



جامعۃ دارالتقویٰ  
کاترجمان

# ماہنامہ دارالتقویٰ

جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ھ / فروری 2021ء

- علماء کی صحبت کے بغیر علم آزمائش و ابتلاء ہے
- وقت بچانے کے چند اہم اصول
- توڑ نہیں جوڑ کی ضرورت ہے
- تہذیب جدید اور اسلامی معاشرہ
- اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں علماء اور مدارس کا کردار

مرکز مسجد الہدال کے قریب تقریباً تین کنال کا پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وسیع و عریض بلڈنگ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن و دیگر شعبہ جات قائم کئے جائیں گے  
احباب سے تعاون کی درخواست ہے

## دارالقرآن

MODERN ARCHITECTURE & INTERIORS

MODEL ARCHITECTURE & INTERIORS

MIB

گلشن راوی براچ

اکوٹ ٹاکن

برائچ ٹو نمبر: 159

اکوٹ نمبر: 1001820660001

DARUL TAQWA TRUST:

1001820660001

## ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعا حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 10 جمادی الثانیہ 1442ھ -- فروری 2021ء شماره 6

حضرت مولانا عثمان صاحب  
حضرت مولانا عامر رشید صاحب  
حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

### مجلس مشاورت

مفتی محمد اسامہ

مولانا ذوالکفل

### مجلس ادارت

### زیر سرپرستی

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

### مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

### مدیر مسئول

مولانا عبدالودود ربانی

### Email Address

Monthlydarulataqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۴۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۴۸۰ روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

### خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ متصل جامع مسجد الہلال چو برجی پارک لاہور

فون نمبر: 03005553616 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

### بینک اکاؤنٹ نمبر

1001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ  
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کرشل بینک)

### مقام اشاعت

متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فروری 2021ء

## فہرست

### حرف اولین

5 ————— مولانا عبد الودود ربانی ————— جامعہ دارالتقویٰ کی تقریبات

### درس حدیث

9 ————— مفتی عبدالرؤف سکھروی ————— لوگوں کے درمیان صلح کرانا

### مقالات و مضامین

13 ————— محمد مجاہد ————— سیدنا ابو بکر صدیقؓ حدیث کی روشنی میں

17 ————— ابن الحسن عباسیؒ ————— وقت بچانے کے چند اہم اصول

21 ————— شیخ ولی خان مظفر ————— توڑ نہیں جوڑ کی ضرورت ہے

25 ————— مولانا یوسف بنوریؒ ————— علماء کی صحبت کے بغیر علم آزمائش و ابتلاء ہے

31 ————— مولانا توحید عالم قاسمی ————— تہذیب جدید اور اسلامی معاشرہ

37 ————— سفیان علی فاروقی ————— اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں علماء اور مدارس کا کردار

41 ————— مولانا امین الرحمن ————— خواتین کے لیے چند احکام و آداب

### تذکرہ سلاف

46 ————— اختر امام عادل قاسمی ————— مفتی سعید احمد پالنپوریؒ

### سفر نامہ

50 ————— مفتی تقی عثمانی صاحب ————— جہان دیدہ

### سوانح

55 ————— مولانا ذوالکفل ————— سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

### تبصرہ کتب

60 ————— مولانا عبد الودود ربانی ————— ناصیت تحقیق کے بھیس میں

### دارالافتاء و تحقیق

62 ————— ————— آپ کے مسائل کا حل

### اخبار الجامعہ

65 —————

## حرف اولین

### جامعہ دارالتقویٰ کی تقریبات

#### قدماء جوڑ

جامعہ دارالتقویٰ کی اول روز سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت، کردار سازی، عالمی، ملکی و سیاسی حالات کے تناظر میں ان کی درست سمت رہنمائی اور دعوت کی مبارک محنت کے ساتھ نہ صرف اپنے زیر تعلیم بنین و بنات کی وابستگی کو ہر حال میں یقینی بنائے بلکہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی اپنے فضلاء اور فاضلات کے حالات سے آگاہ رہے اور موقع بہ موقع ان کی رہنمائی کرتا رہے تاکہ ہمارے فضلاء معاشرے کا مفید رکن بن کر ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور دعوت و تبلیغ کی عالمگیر تحریک کے ساتھ وابستہ ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قرآنی فریضے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر انجام دیتے رہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل جن کا زیور ہو دعوت جن کا ہتھیار ہو اور پوری دنیا جن کا میدان عمل۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ مختلف حوالوں سے اپنے قدیم طلبہ کے ساتھ رابطے میں رہتا ہے تاکہ ان کے حالات سے بھی آگاہی ہوتی رہے اور ان کی نگرانی و رہنمائی کا عمل بھی جاری رہے۔ اس دو طرفہ رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ سالانہ جوڑ ہے۔

جامعہ دارالتقویٰ حسب معمول امسال بھی اپنے فضلاء و فاضلات کے لئے چوتھا سالانہ اجتماع منعقد کر رہا ہے جسے ”قدماء و قدیمات جوڑ“ کا نام دیا گیا ہے۔ فضلاء کا جوڑ ان شاء اللہ 7 فروری 2021 بروز

اتوار بمقام الہلال جامع مسجد چوہدری میں ہوگا جو ظہر تا عشاء جاری رہے گا۔ اس اجتماع میں علمائے کرام، مشائخ عظام، اہل شوریٰ اور اساتذہ کے علاوہ جدید علمائے کرام خصوصی طور پر شرکت فرما کر طلبہ کی کردہ رہنمائی فرمائیں گے۔

### ”قدیمات جوڑ“

الحمد للہ ادارہ ہذا کی شعبہ بنات کی گیارہ شاخیں مدرسہ فاطمہ الزہراء کے نام سے ملک بھر میں قرآن و حدیث کی تعلیم دے رہی ہیں جس میں تین ہزار سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں اور اب تک فارغ التحصیل ہونے والی طالبات کی تعداد ہزاروں میں ہے، ادارہ اپنے قدیم فضلاء کی طرح اپنی فاضلات کی رہنمائی کے لئے بھی سال میں ایک مرتبہ ان کو جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے، مدرسہ فاطمہ الزہراء کی عالمات فاضلات کا چوتھا سالانہ جوڑ مورخہ 30 مارچ بروز بدھ کو ہونا قرار پایا ہے جو دو مقامات ”گارڈن ٹاؤن مدرسہ“ اور ”گلشن راوی مدرسہ“ میں ہوگا۔

ادارہ اپنے قدیم فضلاء اور فاضلات سے ملتے جلتے ہے کہ اپنے اساتذہ کی اس کاوش کو غنیمت جانیں، اس گئے گزرے اور نفسا نفسی کے دور میں بھی آپ کے اساتذہ کو آپ کی فکر ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے طلبہ معاشرے کا مفید رکن بنیں جو جس شعبے میں بھی کام کر رہا ہے وہ اپنے تئیں ایک تحریک ہو، معاشرے کا مفید اور نفع بخش شہری ہو، لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کا باعث ہو۔

عزیز طلبہ! جب ہم اپنے ادارہ کو مادر علمی سے تعبیر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اس کا استحضار بھی ہونا چاہئے کہ اسلام میں ماں کی کیا اہمیت ہے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے، قرآن و حدیث میں کس طرح زور دے کر ماں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں، وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہماری حقیقی مائیں ہمیں ”لحم یکن شیئاً مذکوراً“ سے پال و پوس کر ایک خوبصورت وجود عطا کرتی ہیں۔

تو مادر علمی ہمارے معنوی وجود کا سبب بنتی ہے، ہمیں علم و دانش سکھاتی ہے، ہمارے گیسوئے فکر و فن کو سنوارتی ہے ذرا تصور کیجئے! جب ہم نے مادر علمی میں قدم رکھا تھا تو کیا تھے، ایک ناتراشیدہ پتھر تھے، اس سے زیادہ کچھ نہ تھے، گویا جسم تھا، لیکن روح نہ تھی، مادر علمی نے اسمیں روح پھونکی، ہمیں علم و معرفت کے زیور سے آراستہ کیا، ہمارے شعور و آگہی کو پروان چڑھایا، خیر و شر کی تمیز دی، مافی الضمیر بیان کرنے کا

حوصلہ دیا۔ قرآن و حدیث کا فہم عطا کیا۔ الغرض جب آئے تھے تو کچھ نہ تھے اور آج جو کچھ بھی ہیں، اسی مادر علمی کی بدولت ہیں لہذا جس طرح جسمانی وجود بخشنے والی ماں کے تعلق سے ہمارے فرائض ہیں، اسی طرح معنوی و روحانی وجود عطا کرنے والی درس گاہ کے بھی ہمارے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ انہی حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ ہماری مادر علمی جب ہمیں بلائے تو ہم بلا تامل لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جائیں۔

تو آئیے! مادر علمی کے درو دیوار یہاں کی ہوائیں اور فضا میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں، یہاں کا روحانی ماحول آپ کی راہ تک رہا ہے، وہ درس گاہ ہیں جو آپ کا مکتب بھی تھیں اور مسکن بھی سب ہی آپ کو اب بھی اپنا ہی مانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی اپنے اساتذہ سے ایسی ہی نسبت ہے جیسے کہ ان کو آپ سے ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو آجائیں آپ کے اساتذہ نے ایک بار پھر آپ کو بلایا ہے۔ اس رشتے، تعلق اور عہد کی تجدید کر لیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و مددگار ہو۔ آمین

7 فروری 2021 بروز اتوار قدیم فضلاء کے لئے اور 30 مارچ 2021 بروز بدھ قدیم فاضلات

کے لئے آپ کی مادر علمی چشمِ براہ ہے۔

اس سالانہ اجتماع سے آپ فضلاء و فاضلات کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

1- اکابر علمائے کرام اور اساتذہ کے بیانات سے استفادے کا موقع ملتا ہے۔

2- اپنی مادر علمی سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

3- اساتذہ کو آپ کی دینی، علمی و دعوتی مصروفیات کا علم ہوتا ہے۔

آپ اپنی دینی و دنیاوی معاملات میں حائل رکاوٹوں اور پریشانیوں کے سلسلے میں اپنے اساتذہ سے مشاورت کرتے ہیں اور اساتذہ اپنے سال ہا سال کے تجربات کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرتے ہیں۔

4- اجتماعیت پر اللہ تعالیٰ نے جن برکات کا وعدہ فرمایا ہے وہ حاصل ہوتی ہیں۔

5- سالانہ طلبہ اجتماع اساتذہ کی خدمت، اُن سے تعلق کی تجدید اور علم میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔

6- اُمتِ مسلمہ، قومی معاملات اور اس دور کے چیلنجز و بحرانوں پر گفتگو اور اُن کے حل پر

مشاورت بھی ہوتی ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے اساتذہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کی دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہر قسم کی مصروفیات اور اعذار کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور ”جوڑ“ میں شرکت کر کے اساتذہ کی دعائیں لیں گے۔

### تقریب ختم بخاری

جامعہ ہذا کی تقریب ختم بخاری مورخہ 14 فروری بروز اتوار بمقام جامع مسجد الہلال چوہدری میں منعقد ہوگی جو بعد نماز مغرب تارات 9 بجے تک جاری رہے گی۔ اس بابرکت تقریب میں جامعہ کی تمام گیارہ شاخوں کے اساتذہ و طلباء، انکے والدین و سرپرست حضرات سمیت معزز علمائے کرام و مشائخ عظام شرکت کریں گے، تقریب کے مہمان خصوصی ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب (مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان) ہوں گے۔ ختم بخاری شریف کی اس تقریب سعید میں مہمان خصوصی طلبہ کو بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیں گے۔ قارئین کو اس بابرکت تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

(نوٹ) قدامت و قدیمات سے گزارش ہے کہ اگر بوجہ آپ تک دعوت نامہ نہ پہنچ سکے تو انہی سطور کو دعوت نامہ سمجھتے ہوئے نہ صرف خود شریف لائیں بلکہ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کریں اور انہیں جوڑ میں شریک کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس جوڑ کو امت کی ہدایت کا اور ہم سب کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

## لوگوں کے درمیان صلح کروانا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ  
 عن أبي الدرداء، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أخبركم  
 بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة، قالوا: بلى، قال: صلاح ذات البين،  
 فان فساد ذات البين هي الحالقة: هذا حديث حسن صحيح، ويروى عن النبي صلى الله  
 عليه وسلم قال: هي الحالقة لا أقول تحلق الشعر، ولكن تحلق الدين -  
 (سنن الترمذی - ۴ / ۶۶۳)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام  
 سے مخاطب ہو کر) فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو نماز، روزے اور صدقہ سے بھی افضل ہے؟  
 صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔  
 اس لئے کہ آپس کے جھگڑے مونڈنے والے ہیں۔ یعنی یہ چیزیں انسان کے دین کو مونڈنے والی ہیں  
 (انسان کے اندر جو دین کا جذبہ ہے وہ اس کے ذریعہ سے ختم ہو جاتا ہے)

معاشرہ میں جب لوگ مل جل کر ساتھ رہتے ہیں تو کبھی لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی آ جاتی ہے،

لیکن قرآن و سنت میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے باہمی جھگڑے کسی قیمت پر پسند نہیں، بلکہ حکم یہ ہے کہ حتی الامکان آپس کی رنجشوں اور جھگڑوں کو، باہمی نفرتوں اور عداوتوں کو کسی طرح ختم کرو۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(الحجرات: ۱۰)

ترجمہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لئے اپنے دو بھائیوں کے درمیان (اگر) کوئی رنجش یا لڑائی ہوگئی ہو تو تمہیں چاہئے کہ ان کے درمیان صلح کرو اور (تعلقات اچھے بناؤ، اور) صلح کرانے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔ (آسان ترجمہ قرآن: ۳/۱۵۸۳)

لڑائی جھگڑے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتفاق و اتحاد، محبت اور ملاپ پیدا کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، انہی لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل میں بغض و نفرت اور کینہ پیدا ہوتا ہے، اور ہمارے معاشرے کے جھگڑے عموماً دنیا داری کے لئے اور آپس میں کسی ایک کا حق دبانے سے ہوتے ہیں، اور ہر فریق غصہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔

اس لئے ایک دوسرے پر زیادتی ہو جاتی ہے اور گالی گلوچ، ہاتھ پائی تک نوبت آ جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ کہ پھر صاحب حق بھی حق پر قائم نہیں رہتا، اس لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ جھگڑا انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اگر بالفرض کبھی جھگڑا ہو جائے تو دوسرے فریق کو معاف کر کے جھگڑا ختم کر دینا چاہئے، کیونکہ آپس میں صلح کرنے اور جھگڑا ختم کرنے کی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بہت ترغیب دی گئی ہے۔

ذیل میں لڑائی جھگڑے کی مذمت سے متعلق چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱: عن عائشة رضی اللہ عنہا، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

ان ابغض الرجال الى الله الا اللد الخضم (صحیح البخاری۔ ۳/۱۳۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مبغوض اور ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو سخت جھگڑا لو ہو۔

حدیث نمبر ۲: عن ابن عباس، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تمار اخاک، ولا تمازحه، لا تعدا موعدا فتخلفه (سنن الترمذی - ۴/۳۵۹) قال الترمذی: هذا حدیث غریب

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر، اور اس کے ساتھ نامناسب مذاق مت کر، اور اس کے ساتھ ایسا وعدہ نہ کر کہ (جس کو تو پورا نہ کر سکے اور) وعدہ خلافی کرے۔

حدیث نمبر ۳: عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کفی بک اثمان لا تزال محاصما۔ (سنن الترمذی - ۴/۳۵۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ کو یہ گناہ کافی ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑتا رہے۔

حدیث نمبر ۴: عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ترك الكذب وهو باطل، بنى له قصر في ربض الجنة، ومن ترك المراء وهو محق، بنى له في وسطها، ومن حسن خلقه، بنى له في أعلاها۔ (سنن ابن ماجه - ۱/۱۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جھوٹ کو ترک کر دے حالانکہ مذاق باطل چیز ہے تو اس کے لئے جنت کے کناروں میں گھر تیار کیا جائے گا، اور جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے بیچوں بیچ گھر بنایا جائے گا، اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے کرے گا اس کے لئے جنت کے اوپر کے حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔

تشریح: یعنی جو شخص حق پر ہونے کے باوجود یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں حق کا زیادہ مطالبہ کروں گا

تو جھگڑا کھڑا ہو جائے گا، اس لئے اس حق کو چھوڑنا ہوں تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے تو اس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کی ذمہ داری لی ہے۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھگڑا ختم کرانے کی کتنی فکر تھی۔ ہاں اگر کہیں معاملہ بہت آگے بڑھ جائے اور قابلِ برداشت نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی اجازت ہے کہ مظلوم ظالم کا مقابلہ کرے اور اس سے بدلہ لے لے، لیکن حتی الامکان کوشش یہ ہو کہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا ناپسندیدہ ہے، اور اختلاف کے وقت صلح کرنا محمود اور مطلوب ہے، بلکہ درج ذیل حدیث شریف کی رُو سے نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ناحق جھگڑے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔



# جَامِعَةُ الدَّرُوقِ

کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر



# روزانہ حدیث

کا سلسلہ جاری ہے

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے TAQWA

لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

+92-3-222-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [f](https://www.facebook.com/jamiadarultaqwa) [i](https://www.instagram.com/jamiadarultaqwa) [y](https://www.youtube.com/jamiadarultaqwa) /jamiadarultaqwa

Mufti Online [www.muftionline.com](https://www.muftionline.com) +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)



## سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث کی روشنی میں

محمد مجاہد، متعلم جامعہ فاروقیہ کراچی

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے بعد جس جماعت کو مقدس، محترم و ذی شان بنایا ہے، وہ جماعت ان عظیم ہستیوں کی جماعت ہے جنہوں نے ایمان کی حالت میں امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا ہے۔ اس جماعت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقدس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی افضلیت کی جانب حدیث مبارکہ میں واضح اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لا تسبوا أصحابی، فلو أن أحدكم أذنب ما بلغ مدأ حدهم ولا نصيفه۔"

(الجامع للبخاری، 8/5، ج: 3673)

کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تب بھی میرے صحابہ کے مد کے اور نہ ہی نصف کے برابر پہنچ سکتا ہے۔

ویسے تو ہر صحابی کی شان نزالی ہے۔ ہر صحابی ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ لیکن ان میں بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے، جیسا کہ صاحب: "الجوهرة الہیریة من کلام خیر البریة" نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا ہے: "بعضها۔ آی من الصحابة۔ أقوى"

من بعض (الجوهرة الہیریة لأبی یوسف محمد زید 30/4)

قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر شان صحابہ کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (سورہ التوبہ، آیت: 100)

یعنی مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں، جن میں شان صحابہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔ لیکن ان تمام میں سب سے اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو قرآن و حدیث میں بے شمار مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً منورہ از خروارے کے طور پر ذخیرہ احادیث میں سے فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیل

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی آرزو کی ہے، جیسا کہ امام ابن ماجہ<sup>(2)</sup> (متوفی 273ھ) اپنی کتاب ”سنن ابن ماجہ“ میں روایت کرتے ہیں: ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولو كنت متخذاً خليلاً، لا تتخذت أبا بكر خليلاً“ (سنن ابن ماجہ، 1/70، ج: 93)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔

امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن<sup>(2)</sup> (متوفی 418ھ) اس بات کو مزید وضاحت سے نقل کرتے ہیں، جیسا کہ آپ اپنی کتاب ”شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة“ میں روایت کرتے ہیں:

”عن ابن عباس رضي الله عنه، خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم عاصباً رأسه بخرقة في مرضه الذي مات فيه... قال: ”لو كنت متخذاً من الناس خليلاً،

لا تخذت أبابكر خليل (شرح أصول اعتقاد أهل السنة 347/7، ج: 2408)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ باہر نکلے اس مرض میں جس میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر کپڑے کی پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں لوگوں میں سے کسی کو دوست بناتا، تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کو کتنا تعلق تھا کہ آپ ﷺ ان کو اپنا دوست بنانے کی بات کر رہے ہیں۔

### خیر الخلاق بعد الانبياء

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روئے زمین پر انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے بعد سب سے افضل انسان ہیں، اسی بات کی جانب امام الانبياء محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے، جس کو امام ابوبکر بن ابی عاصم الشیبانی (متوفی 287ھ) اپنی کتاب ”کتاب السنہ“ میں روایت کرتے ہیں: ”عن أبي الدرداء قال: رأني رسول الله ا، وأنا أمشي بين يدي أبي بكر قال: لعلّ تمشي أمام من هو خير منك؟ إن أبابكر خير من طلعت عليه الشمس وغربت“ (کتاب السنہ 2/575، ج: 1224)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اس حال میں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے آگے کیوں چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہیں؟ (اس کے بعد فرمایا) جتنے لوگوں پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے ان تمام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل (متوفی 241ھ) اپنی کتاب ”فضائل الصحابہ“ میں اس بات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مزید واضح گاف الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ”خطبنا على على هذا المنبر، فحمد الله وذکر ما شاء الله أن يذکر... قال: ”وإن خير الناس كان بعد رسول الله أبوبكر“ (فضائل الصحابہ: 1/355، ج: 484)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ کے لیے منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے شک لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں، اس بات کے نہ صرف اور صحابہ کرام معترف تھے، بلکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افضل الخلائق بعد الانبیاء تصور کرتے تھے۔ جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کے مدعی ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے توقیری کرتے ہیں ان کو اس فرمان پر غور کرنا چاہیے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق

ہر صحابی جنتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اپنی رضا اور خوش نودی کا اعلان کیا ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی خوش نصیب ہیں، جنہیں صاحب نبوت نے اپنی زبان مبارک سے نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی۔ جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جن کو نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ جنت میں اپنا رفیق ہونے کی بھی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام ابوبکر محمد بن حسین الآجری بغدادی اپنی کتاب ”الشریعة“ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) اپنے ہاتھ کو (اللہ کے دربار میں) اٹھایا اور فرمایا: اے اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن میرے ساتھ درجہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی کہ ہم نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔ (الشریعة 1787/4، ح: 1275)

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہوں گے، کیوں کہ اس کی نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول بھی کیا ہے۔



## وقت بچانے کے چند اہم اصول

مولانا ابن الحسن عباسیؒ

وقت انسان کی بہترین پونجی اور گرانمایہ سرمایہ ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ انسان جتنی بے دردی، لاپرواہی اور بے فکری کے ساتھ وقت ضائع کرتا ہے، اپنی ملکیت کی کسی اور چیز کو اتنی بے دردی اور غفلت کے ساتھ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

وقت کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرنے، اس کو ضیاع سے بچانے، اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں وقت کے موضوع پر بحث کرنے والوں نے کچھ تدابیر اور اصول مقرر کئے ہیں ذیل میں ہم ان میں سے تین بڑے اصولوں کا ذکر کرتے ہیں۔

### (1) نظام الاوقات:

شب و روز کے اوقات کے لئے ایک نظام عمل متعین کرنے، آنے والے وقت کے لئے ایک مخصوص عمل کا پروگرام بنانے اور زندگی کے تمام اوقات کے لئے کاموں کی ترتیب و تشکیل کے عمل کو نظام الاوقات کہا جاتا ہے ہر انسان کے ذمہ مختلف کاموں اور امور کی ادائیگی ہوتی ہے، ان کاموں کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کی آسان، سہل اور بہترین صورت یہی ہے کہ انسان پہلے سے ایک نظام عمل تشکیل دے اور اس پر پابندی سے عمل پیرا ہو۔

اوقات کا یہ نظام بناتے ہوئے کاموں کی تقدیم و تاخیر کی ترتیب میں وقت اور کام دونوں کی نوعیت اور کیفیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کونسا عمل کس وقت زیادہ بہتر طریقہ سے ادا ہو سکتا ہے اور کون سا وقت کس عمل کے لئے زیادہ سازگار ماحول فراہم کرتا ہے۔

جو کام زیادہ نشاط، طبیعت کی تازگی اور ذہن و دماغ کی توجہ کا تقاضہ کرتا ہو، اس کی ادائیگی

کے لئے وقت کا انتخاب بھی ایسا ہونا چاہئے جب انسان کی طبعیت میں تازگی اور نشاط ہو، مثلاً صبح کے وقت انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کی فضا پر تازگی اور رعنائی چھائی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اوقات صبح میں برکت کی دعا فرمائی ہے امام ترمذی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

اے اللہ! میری امت کے لئے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس صبح کے وقت تشریف لے گئے آپ رضی اللہ عنہا لیٹی آرام فرما رہی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو جگاتے ہوئے فرمایا:

بیٹی! اٹھیے اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہیے اور غفلت والوں میں سے مت بنیے کیونکہ اللہ جل شانہ طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتا ہے۔

چونکہ صبح کا وقت انسان کی طبعی نشاط کا بابرکت وقت ہوتا ہے اس لئے اس میں تقرر بھی ایسے کام کا ہونا چاہئے جو اس نوعیت کا مقتضی ہو اسی طرح شب و روز کے دیگر اوقات کے لئے بھی کاموں کے انتخاب میں وقت اور کام دونوں کی کیفیت، نوعیت اور فطری ماحول اور مزاج کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زندگی کو نظام الاوقات کے پابند بنانے سے جہاں اور بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب پہلے سے ایک پروگرام طے ہوگا اور آنے والے وقت کے لئے ایک نظام عمل مقرر ہوگا تو اس وقت کی آمد پر انسان کی توجہ از خود اس کام کی ادائیگی کی طرف مبذول ہوگی اور یوں وقت، تردد اور سوچنے میں ضیاع کا شکار نہیں ہوگا، کہا جاتا ہے وقت ایک ظالم خوریز کی مانند ہے، دانا وہی ہے جو اس کو پکڑ کر قابو میں کر لے لیکن چونکہ اس کی چوٹی پیچھے کی بجائے آگے کی جانب ہے اس لئے اس کو قابو کرنے میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو پیش بین ہو اور آنے والے وقت کے بچاؤ کے لئے اس نے پیشگی تدبیر کر رکھی ہو، مولانا محمد حسین آزاد اپنی مشہور کتاب ”نیرنگ خیال“ میں ”وقت“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

وقت ایک پیرہن کہن سال کی تصویر ہے اس کے بازوؤں میں پریوں کی طرح پرواز لگے ہیں کہ گویا ہوا میں اڑتا چلا جاتا ہے ایک ہاتھ میں شیشہ ساعت ہے کہ جس سے اہل عالم کو اپنے گزرنے کا اندازہ دکھاتا جاتا ہے اور ایک میں درنتی ہے کہ لوگوں کی کشت امید یا رشتہ عمر کو کاٹا جاتا ہے یا ظالم خوریز ہے کہ جو دانا ہیں اسے پکڑ کر قابو میں کر لیتے ہیں لیکن اوروں کی چوٹیاں پیچھے ہوتی ہیں اس کی چوٹی آگے رکھی ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ

جو وقت گزر گیا وہ قابو میں نہیں آسکتا، ہاں جو پیش بین ہو وہ پہلے ہی سے روک لے۔ (نیرنگ خیال)  
 اس پیش بینی کا تقاضہ ہے کہ پہلے سے ایک نظام الاوقات ترتیب دیا جائے اور زندگی کو اس کا پابند بنالیا جائے۔  
 نظام الاوقات کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے سبب ہر کام اپنے وقت میں پوری دلجمعی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے ورنہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب انسان کے ذمہ بہت سے کام ہوں اور ان کے لئے اوقات کا نظام مقرر نہ ہو تو ایک کام کی ادائیگی کے وقت دل دوسرے کاموں میں اٹکا رہتا ہے اور یوں انسان کی طبیعت ایک انجانی سی الجھن کا شکار رہتی ہے۔

تاریخ میں جتنی علمی شخصیات گزری ہیں جنہوں نے عظیم تصنیفی کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی پابندی نظام الاوقات ضرب المثل ہے اور یہی ان کے کارناموں کا بنیادی راز ہے اس کا کچھ اندازہ واقعات سے کیا جاسکتا ہے جو آگے ان شخصیات کے متعلق اس سلسلے میں آرہے ہیں۔

## (2) صحت:

انسانی جسم کی صحت اللہ جل شانہ کی عظیم بخش بہانمت ہے ذہن و دماغ کی صحت اسی وقت برقرار رہتی ہے جب جسم صحت کی نعمت سے مالا مال ہو اور وقت کی رفتار سے بھرپور فائدہ زندگی کی صحت مند ہونے ہی کی صورت میں ممکن ہے۔

انسان اگر امراض اور بیماریوں کا شکار ہو جائے جسم افسردگی کی آفت میں مبتلا ہو، دل کا چمن مرجھایا ہو تو زندگی کا لطف جاتا رہتا ہے اور حیات کا ہر منظر خزاں کا شکنجہ محسوس ہوتا ہے کہ زندگی دل کے چین سے عبارت ہے اور دل افسردہ کو بلبل کی شیریں نوائی بھی غم کے نالے اور قمریوں کی خوش الحانی حزن و الم کا فغاں معلوم ہوتی ہے، جسم و دل اداس ہو تو پھولوں کی کھت اور باغ کی زینت بھی اداسی کا نشان و علامت دکھائی دیتی ہے یہ جو جان و دل عطا کئے گئے ہیں امانت ہیں، ہر امانت حفاظت کا حق رکھتی ہے اور اس کی ادائیگی کا جائز مطالبہ کرتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بیشک تجھ پر تیرے رب کا حق ہے اور تیرے نفس اور اہل و عیال کا حق ہے پس ہر حق والے کو اس کا حق دیا کر۔  
 حضرت عمر بن عبدالعزیز آرام فرما رہے تھے ان کے صاحبزادے خدمت میں حاضر ہو کر کہنے

لگے! اباجی! آپ سو رہے ہیں اور لوگ دروازے پر آکر کھڑے ہیں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: بیٹے! میری جان میری سواری ہے مجھے اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ اس پر بارڈالوں گا تو وہ چل نہ سکے گی۔ اس لئے وقت اور زندگی سے تعمیری کام لینے کے لئے جسمانی صحت کی حفاظت اور اس کا خیال رکھنا ایک فطری اور ضروری امر ہے۔

وہ کام جو غلو اور صحت کو متاثر کرنے والے انہماک کی حد تک ہو، پسندیدہ نہیں، تیز رفتار چل کر راہ میں غفلت کی نیند سونے والے خرگوش سے دھیمی چال چلنے والا وہ کچھو جو منزل پر پہنچے بہر حال بہتر ہے کہ دھیمی دھیمی چال ہی سے زندگی کی رہ گزر باسانی طے ہو سکتی ہے جنہیں تیز روی پر ناز ہوتا ہے وہ عموماً منزل پر کم ہی پہنچ پاتے ہیں، پانی کا وہ قطرہ جو ہمیشہ ٹپکتا ہے پتھر کے سخت سینہ میں بھی شادابی کا اثر پیدا کر لیتا ہے اس پر شور برساتی ندی سے بہتر ہے جو چند لمحوں کے ہنگامہ کے بعد ختم ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو وہ عمل محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ مقدار میں کم ہو۔

### (3) احتساب:

کیا کھویا اور کیا پایا؟ کتنا فائدہ ہوا اور کتنا نقصان؟ اس کے پرکھنے کی کسوٹی احتساب کا عمل ہے چاہے وہ انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر۔

وقت کے متعلق احتسابی عمل سے گزرنے کے بعد دل میں اگر زندگی کی کچھ اہمیت ہے تو شب و روز ضائع جانے والے اوقات پر ایک حسرت پیدا ہوتی ہے اور حسرت کے داغ اکثر نشان منزل ہوتے ہیں، یوں کہ اس سے آئندہ وقت کو ضیاع سے بچانے کے لئے ایک عملی جذبہ بیدار ہو جاتا ہے، یہ جو بات کہی جاتی ہے اور وہ اپنی جگہ درست بھی ہے کہ ماضی پر حسرت اور مافات پر ندامت وقت کو مزید ضائع کرنا ہے یہ اس وقت ہے جب ندامت و حسرت کی وہ کیفیت مستقبل میں کسی نئے عزم اور جذبے کا سبب نہ بنے اگر مافات، تلافی کا جذبہ اور عملی ولولہ پیدا کرتی ہے تو یہ احساس ضیاع وقت کے زمرے میں نہیں آتا اور وقت کے سلسلے میں احتساب کے اصول سے تلافی مافات کا یہی جذبہ اور عمل کا عزم جو اس پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔



## تور نہیں جوڑ کی ضرورت ہے

شیخ ولی خان مظفر

صلح ”حدیبیہ“ بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے، شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے، وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے، کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور اندیش نگاہیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کیلئے کھول دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال استغناء اور توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط پر صاف فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو ”اللہ ورسولہ أعلم“ کہہ کر تسلی دیتے رہے، تا آنکہ سورہ فتح نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ”فتح مبین“ رکھا، لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا کرتے، جی ہاں یہ فتح مبین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر انماض اور عنف و درگزر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا، یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے استحباب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب

دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر ﷺ کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے، گو عہد نامہ لکھتے وقت، ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کچھ لوگ ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام ترفیصلہ حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے، اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا، کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے، تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک، یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے، خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے، جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی، اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا تھا، حدیبیہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانثار تھے، لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جزا آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زرین دیباچہ کے تھی اور اس تحل و توکل اور تعظیم حرمت اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی، جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے سورہ فتح کی آیتوں میں فرمایا ہے، یعنی جس طرح سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فتح پر جنرل و کمانڈر کو خصوصی اعزاز و اکرام اور تمغوں سے نوازتے ہیں، خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ ﷺ کو جن چیزوں سے سرفراز فرمایا، ان میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے، ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ ﷺ کے مرتبہ رفیعہ کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں، بالکل معاف کر دی گئی ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی اور بندے کے لئے نہیں فرمائی، مگر حدیث میں آیا ہے

کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ دیکھ کر رحم آتا تھا، صحابہؓ عرض کرتے، یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے، فرماتے! (أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ ہوں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارات اسی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہو جائے، بلکہ اور زیادہ خدا سے ڈرنے لگے، شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیحؑ کے پاس جائے گی، تو وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ، جو خاتم النبیین ﷺ ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرما چکا ہے، یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے، تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے، گو یا بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر عثمانی مع تغیر)۔

کیا حالت ہوتی ہوگی، جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ مدینے سے مکہ عمرہ کا احرام باندھ کر نکلے ہوں گے اور انھیں کفارِ قریش کی بے جا ضد و عناد کے بدولت اپنے احرام راستے ہی میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی موجودگی میں اتارنے پڑے ہوں گے، بغیر عمرہ کیے وہ اب یہود و منافقین کو کیا منہ دکھائیں گے، مگر خون خرابے سے بچنے اور بیت اللہ کی حرمت کے خاطر یہ کڑوے گھونٹ پینے پڑے، بظاہر دشمن کے سامنے اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی، ان کی بات رکھنی پڑی اور اپنا حق بجانب مدعا ترک کرنا پڑا، آخر یہ سب کچھ کیوں؟ سیرتِ طیبہ میں یہی باتیں اور دروسِ غور کرنے کی ہیں۔

### نئے عمرانی معاہدے کی ضرورت

پاکستان ایک کثیر القومی ریاست ہے۔ اس میں ہر قوم کی ثقافت، وسائل اور مسائل مختلف ہیں۔ یہ تمام قومیں ایک فیڈریشن میں رہتی ہیں جسے پاکستان کہتے ہیں۔ ستر سال سے یہ اس فیڈریشن میں رہے ہیں۔ انیس سو تہتر کے آئین میں تمام سیاسی جماعتوں نے ایک متفقہ کنٹریکٹ (آئین) پر دستخط کیے تھے۔ انیس سو اچاس کے قرارداد مقاصد آئین کا باقاعدہ حصہ نہیں تھا لیکن ضیاء الحق کے دور میں یہ آئین پاکستان کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ جس کی وجہ سے قوموں کے مسائل اور وسائل کا ذکر درمیان سے نکل کر ملک میں مذہبی

فرقہ واریت، انتہاپسندی اور اقلیتوں سے نفرت کی فضا پیدا ہوگئی۔ اور قرارداد مقاصد کی وجہ سے ہر وہ شخص غدار وطن ٹھہرایا گیا جن کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اٹھارویں آئینی ترمیم سے کچھ امیدیں قوموں کے وسائل اور مسائل کے حل کرنے کی پیدا ہوگئی تھیں، مگر اس پر بھی مکمل عمل درآمد نہیں کیا جا رہا اور اس کی راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ اور پھر قرارداد مقاصد کی وجہ سے بھی حالات بہتر ہونے کا نام نہیں لے رہے۔

چھوٹی قوموں میں احساس محرومی بڑھ رہی ہے اور ان کے مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے میں ایک نئے عمرانی معاہدے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جو تمام قوموں کے وسائل کی بنیاد پر قوموں کو حقوق کی ضمانت دے۔ اور رضا کارانہ فیڈریشن کا قیام عمل میں آئے۔ ملک میں برداشت، انسانی حقوق، عورتوں کے حقوق اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت ہو۔ اور وسائل کی تقسیم منصفانہ بنیادوں پر ہوں۔ شخصی اور فرقہ وارانہ قانون کی بجائے ریاستی قانون کی عمل داری ہو۔ اور خارجہ پالیسی جیو اور جینے دو کی بنیاد پر ہو۔ ادارے ریاست کو جواب دہ ہوں۔

فتح مبین کے واسطے عمرانیات کے اصول کے عین مطابق 60 سے زائد کا عدم تنظیموں والے ہمارے ملک خداداد (پاکستان) میں آج پر امن بقائے باہمی کے خاطر اپنے ہی بھائیوں سے نہایت خود اعتمادی اور خلوص کے ساتھ صلح حدیبیہ جیسی مصالحتوں کی ضرورت ہے، جہاں کسی کو نیچا دکھانے کے لئے نہیں، بلکہ دوران صلح ایک دوسرے کو خوب سمجھا جائے، ایک دوسرے کے نقطہ ہائے نظر کو اچھی طرح ٹھنڈے دل سے پرکھا جائے، ”کچھ دو اور کچھ لو“ کو بنیاد بنایا جائے، انماض، نخل، برداشت اور چشم پوشی کو بطور شعرا اپنایا جائے، صلح کے دوران ہر قسم کی بدعہدی، بد نیتی، غدر، دھوکہ دہی، خیانت اور اعتماد سوزی کے متضاد عوامل سے مکمل احتراز و اجتناب برتا جائے، بے تکلف اختلاط اور ملنے جلنے کے مواقع تمام فریق کو با یک دگر مہیا کیے جائیں، نا سمجھ، کوتاہ بین، مفاد پرستوں اور اغیار کے واسطے مخصوص شیطانی ایجنڈوں پر عرصے سے کام کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ دھرے جائیں، ان کے تیز و تند طعنوں اور اعتراضات کی طرف التفات نہ کیا جائے، درخور اعتناء نہ رکھا جائے، پھر دیکھیں ملک عزیز میں کتنی مثالی آشتی، ہمہ گیر آسودگی، امن، خوشحالی اور سلامتی آتی ہے، بس ایک نئے عمرانی معاہدے کی ضرورت ہے اور پھر فتح مبین کی آمد آمد ہے۔ ❀

## علماء کی صحبت کے بغیر علم آزمائش و ابتلاء ہے

حضرت مولانا یوسف بنوریؒ

دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال حاصل کر لیا جائے۔ معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لیے بھی کسی استاذ ورہنما کی ضرورت مسلم ہے۔ بغیر استاذ کے نری عقل و ذہانت اور طباعی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ انجینئری ہو یا ڈاکٹری اور طبابت ہو، ہر صنعت و حرفت کے لیے ابتداءً عقل کی رہنمائی کے لیے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے۔

جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لیے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لیے استاذ ورہنما سے کیسے استغناء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعہ سے امت کو پہنچے ہیں۔ آسمانی تربیت اور ربانی ہدایات و ارشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہے، اس لیے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی ورہنما جتنا با کمال ہوگا اتنا زیادہ فائدہ اور کمال حاصل ہوگا۔ پھر ان علوم نبوت کی غرض و غایت

چونکہ ہدایت و ارشاد اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی ہے، اس لیے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت و اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ جو کمال دنیوی مفاد کے لیے حاصل کرنا ہوتا ہے اس پر شیطان آرام سے بیٹھا رہتا ہے، اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں، نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں آخرت و عقبیٰ اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لیے بے تاب ہوتا ہے، مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح سے یہ رشد و ہدایت، ضلالت میں تبدیل ہو جائے۔ اور چونکہ اہلسنیٰ لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے، یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے، حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفس انسانی کی کارستانیوں اس پر مستزاد ہیں۔ انسانی فطرت میں کبر و عجب ہے، ریا کاری و حبِ شہرت ہے، حبِ جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید و قوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لیے نفس و شیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب فضل الہی شامل حال ہو تو اصلاح ہو جاتی ہے، ورنہ انسان یونہی علم و عقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں، سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدتِ ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ اختیار کر کے غلط افکار و نظریات کا شکار ہو گئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی کہ اپنے تجر و ذکاوت پر اعتماد کر کے علمی کبر اور اعجاب بالرائی کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے۔ ہمارے اس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں، اس لیے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں اور جن حضرات کو زیادہ صحبت اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے امت سے مختلف شواذ اور جدید افکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔

جو شخصیت امت کی ہدایت و ارشاد کے کام آسکتی تھی وہ امت میں زینج و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام غزالیؒ نے ”مقاصد الفلاسفہ“ میں لکھا ہے کہ یونانیوں کے علوم: حساب، ہندسہ، عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبیعیات والہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے۔ امام غزالیؒ کی یہ بات بہت عجیب ہے اور بالکل صحیح ہے۔ شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے۔ بہر حال جب انتہائی علمی قابلیت والے، انتہائی ذکاوت والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات کہ جن میں علمی قابلیت بہت کم لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو، صحبتِ اربابِ کمال سے یکسر محروم ہوں، طباع و ذہین ہوں، وہ تو بہت جلد اعجاب بالرائی کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام امت کی تحقیر اور تمام تحقیقات امت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اول سے لے کر آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گہرے گڑھے میں گر کر تمام نسل کے لیے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی ہے، جو بچپن ہی سے طباع و ذہین مگر معاشی پریشانی میں مبتلا تھے۔ ابتدا میں اخبار ”مدینہ بجنور“ میں ملازم ہوئے اور پھر دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اخبار ”مسلم“ سے وابستہ رہے، پھر چند سالوں کے بعد اخبار ”الجمعیۃ دہلی“ میں ملازم ہوئے جو جمعیت علماء ہند کا ترجمان تھا، دہلی سے نکلتا تھا، غالباً سہ روز تھا۔

تاریخ کے جواہر پاروں کے عنوان سے ان کے مضامین بہت آب و تاب سے نکلتے تھے۔ اس طرح مودودی صاحب کی قلمی تربیت مولانا احمد سعید صاحب کے ذریعہ ہوتی گئی۔ والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہ کر سکے، بلکہ بالکل ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے۔ نہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے۔ پرائیویٹ انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہو گئی۔ اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات و جرائد سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور قلمی قابلیت روز افزوں ہوتی گئی۔ بد قسمتی سے نہ کسی دینی درس گاہ سے فیض حاصل کر سکے، نہ جدید علم کے گریجویٹ بن سکے۔ نہ کسی پختہ کار عالم دین کی صحبت نصیب ہو سکی اور ایک مضمون میں خود اس کا اعتراف کیا ہے جو عرصہ ہوا کہ

ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مراد آبادی کے جواب میں شائع ہوا تھا۔

بلکہ بد نصیبی سے نیاز فتح پوری جیسے ملحد و زندیق کی صحبت نصیب ہوئی، ان سے دوستی رہی، ان کی صحبت و رفاقت سے بہت کچھ غلط رجحانات و میلانات پیدا ہو گئے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۳ء میں ماہنامہ ”ترجمان القرآن“ جاری کیا، آب و تاب سے مضامین لکھے، بہتر سے بہتر پیرائے میں کچھ علمی و فنی چیزیں ابھرنے لگیں۔ ان دنوں ملک کی سیاسی فضا مرعش تھی، تحریک آزادی ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی، ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے، مودودی صاحب نے سب سے ہٹ کر اقامتِ دین اور حکومتِ الہیہ کا نعرہ لگایا اور تحریک آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی۔

ان کے بھولے بھالے مداح یہ سمجھے کہ شاید دینِ قیم کا آخری سہارا بس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے، چنانچہ بہت جلد مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور عبدالماجد دریا آبادی کے قلم سے خراجِ تحسین وصول ہونے لگا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا۔ نہ اس وقت اس کی دعوت تھی، نہ جماعت تھی، نہ تحریک تھی۔

ان کی تحریرات اور زوردار بیانات سے بعض اہل حق کو ان سے توقعات وابستہ ہوئیں۔ ان کی آمادگی اور چوہدری محمد نیاز کی حوصلہ افزائی سے پٹھان کوٹ میں ”دارالاسلام“ کی بنیاد ڈالی گئی۔ لیگ و کانگریس کی رسہ کشی شروع ہو گئی تھی، ان کے قلم سے ایسے مضامین نکلے اور سیاسی کشمکش کے نام سے ایسی کتاب وجود میں آ گئی کہ ہم نوا حضرات سے اس کو خراجِ تحسین حاصل ہوا اور سیاسی مصالحوں نے اس کو پروان چڑھایا۔ لاہور میں اجتماع ہوا اور باقاعدہ امارت کی بنیاد ڈالی گئی اور ان کی ایک لکھی تقریر پڑھی گئی جس میں بتایا گیا کہ امیر وقت کے لیے کیا کیا امور ضروری ہیں۔

اربابِ اجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تھے، بڑے امیر منتخب ہو گئے اور چار امراء یہ حضرات امیر ماتحت منتخب ہو گئے۔ جماعت اسلامی باقاعدہ وجود میں آ گئی، اس کا دستور آیا، اس کا منشور آیا، لوگوں کی نگاہیں اٹھیں، ہر طرف سے امیدیں وابستہ ہو گئیں، لیکن ۶ ماہ کا عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ مولانا نعمانی، مولانا

علی میاں مستعفی ہو گئے اور ان کو ان کی علمی کمزوریاں اور اخلاص کا فقدان نظر آیا، ساتھ نہیں دے سکے، لیکن ان حضرات نے پھر بھی پردہ پوشی کی اور امت کے سامنے صاف و صریح وجہ علیحدگی ظاہر نہیں فرمائی۔ میں اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا، میں نے ان دو بزرگوں سے جدائی کے وجوہ دریافت کیے، بہت کچھ کہا، لیکن کوئی صاف بات نہیں بتلائی، لیکن میں سمجھ گیا۔

مولانا مسعود عالم مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی کو بہت کچھ معتقدات و طریقہ کار میں موافقت تھی اور یہ دونوں بزرگ عرصہ تک مودودی صاحب کے دست و بازو بنے رہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی ادب کے ذریعہ خدمات انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور کتابوں کے آب و تاب سے عربی ترجمے کیے اور ادبی تربیت کر کے چند شاگردوں کو بھی تیار کر دیا۔ مولانا اصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق و انداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان چڑھایا، اچھے اچھے رفقاء کار، ارباب قلم اور ارباب فن شامل ہو گئے۔

کیمونزم کے خلاف اور بعض دینی مسائل پر عمدہ عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ سود خوری، شراب نوشی، پردہ وغیرہ پر اچھی کتابیں آگئیں۔ تفہیمات و تنقیحات میں بعض اچھے اچھے مضامین آئے۔ جدید نسل کی اصلاح کے لیے کتابیں تالیف کی گئیں۔ عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے کے لیے اور وہاں کے شیوخ کو ہم نوا بنانے کے لیے مختلف انداز سے کام کیا اور کامیاب تدبیریں اختیار کیں اور جو رفقاء کار کے قلم سے معرض اشاعت میں آیا اسے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب کچھ مودودی کی توجہات کاربین منت ہے۔ اس سے ان کی شخصیت بنی شروع ہو گئی اور تمام جماعت کے افراد کی تالیفات سے خود وجاہت کا فائدہ اٹھایا۔ خود عربی لکھنے سے معذور، انگریزی لکھنے سے معذور ہے، نہ عربی لکھ سکتا ہے، نہ بول سکتا ہے، یہی انگریزی کا حال بھی ہے، لیکن جو کتابیں ترجمہ کی گئیں ان کے سرورق پر بھی لکھا گیا: ”تالیفات المودودی“۔ کہیں یہ نہیں لکھا کہ یہ ترجمہ مسعود عالم کا ہے یا عاصم حداد کا ہے۔

لوگ یہ سمجھے کہ اردو کا یہ ادیب کیا ٹھکانا عربی ادب کا بھی امام ہے۔ لیکن چند دن گزرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت سید سلیمان مرحوم متنبہ ہو گئے کہ یہ تحریرات جدید فتنہ انگیزی کا سامان مہیا کر

رہی ہیں۔ جو کچھ خطابات تھے اور متکلم اسلام وغیرہ القاب تھے اس کو روک دیا اور مولانا گیلانی نے ”صدق جدید“ میں ”خارجیت جدیدہ“ کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھا۔ علمائے کرام کے زمرے میں شاید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے مکاتیب میں اس فتنے کی نشاندہی فرمائی۔ رفتہ رفتہ علماء امت کچھ نہ کچھ لکھتے رہے۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے اس وقت جو مطبوعہ ذخیرہ تھا سب کو مطالعہ فرما کر ایک مبسوط رسالہ مرتبہ فرمایا، لیکن افسوس کہ طبع نہ ہوسکا اور اس سلسلہ میں ایک مدرس مظاہر العلوم مولانا محمد زکریا قدوسی صاحب، مودودی صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے، ان کی اصلاح کے پیش نظر ایک مکتوب لکھا جو ”فتنہ مودودیت“ کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی، لیکن عرصہ دراز تک جی نہ چاہا کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید انداز بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے۔ اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریرات میں ناقابل برداشت باتیں بھی آئیں، لیکن دینی مصلحت کے پیش نظر برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا، لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالم گیر صورت اختیار کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بری صورت اختیار کرے گا اور دن بدن ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء کرام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے۔

آخر ”تفہیم القرآن“ اور ”خلافت و ملوکیت“ اور ”ترجمان القرآن“ میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات و تالیفات عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اگرچہ چند مفید اجاث بھی آگئی ہیں ”وَإِثْمُهُمْ أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا“ والی بات ہے، اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت، جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آ گیا ہے کہ بلا خوف لومۃ لائم الف سے یاء تک ان کی تالیفات و تحریرات کو مطالعہ کر کے جو حق و انصاف و دین کی حفاظت کا تقاضا ہو وہ پورا کیا جائے۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق



## تہذیب جدید اور اسلامی معاشرہ

مولانا توحید عالم قاسمی بجنوری

مدرس دارالعلوم دیوبند

موجودہ زمانہ نئی نئی ایجادات، سائنسی تحقیقات و اختراعات اور ترقیات کا دور کہلاتا ہے۔ آج کل ماضی کی طرح قدامت پسند افراد کی قدر و قیمت گھٹ رہی ہے۔ یہ بات علم و تحقیق کے میدان ہی تک محدود نہیں؛ بلکہ دین اسلام اور اس کی روح سے متصادم ہے، لوگوں کا کھانا پینا بدل گیا، گھر کے لذیذ کھانوں کی جگہ ہوٹل کے کھانے پسندیدہ ہو گئے، عورتوں سے لے کر مردوں تک اور بچوں سے بڑوں تک سب کی پسند بازاری غیر مفید؛ بلکہ نقصان دہ کھانے ہیں جو بے انتہا مہنگے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لباس کے حوالے سے بھی عصر حاضر میں شرعی لباس، سلف صالحین اور اللہ والوں کا لباس، کرتا، پائجامہ، عمامہ اور ٹوپی کی جگہ انگریزی لباس، کوٹ، پینٹ، ٹائی، ٹی شرٹ اور کیپ پسند کیے جاتے ہیں۔

مذکورہ غیر معقول لباس جس طرح نوجوان لڑکوں اور مردوں کی پہلی پسند ہے، اسی طرح عورتیں بھی اسی لباس کی دلدادہ ہیں، لہذا جو مرد و خواتین اپنے آبا و اجداد کے طرز پر اُس پرانے لباس کو اختیار کرتے ہیں وہ دقیانوسی، غیر مہذب، غیر ترقی یافتہ بلکہ ترقی کے دشمن اور مخالف سمجھے جاتے ہیں، ان کا استہزاء کیا جاتا ہے اور ان پر فقرے کسے جاتے ہیں جب کہ اسلامی لباس آرام دہ، جسم کو سردی گرمی سے محفوظ رکھنے والا اور مقصد لباس (ستر پوشی) کو پورا کرنے والا ہے اور انگریزی لباس جسم کو آرام کے بجائے تکلیف دینے والا،

موسم کی نزاکت سے ہم آہنگ نہیں ہوتا، اسی طرح ستر کو چھپانے کے بجائے اعضا کو مزید نمایاں اور ظاہر کرنے والا ہوتا ہے۔ مغربی تہذیب قدیم تہذیب اور اسلامی معاشرے سے بغاوت کا دوسرا نام ہے، نظر غائر کے ساتھ اگر دونوں تہذیبوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی؛ اس لیے کہ مغربی تہذیب سلام و مصافحہ میں بھی بے معنی اور مہمل الفاظ کے استعمال کی وکالت کرتی ہے، ایک طرف جدید معاشرے میں والدین کے حقوق، بڑوں کا ادب و احترام، چھوٹوں پر شفقت و رافت، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تحسین اور تاکید سے عاری ہی نہیں بلکہ مذکورہ اوصاف کے خلاف ماحول کا استقبال ہوتا ہے، تو دوسری طرف ابلاغ و تشہیر کے نئے ذرائع کی کثرت و بہتات کے آلات کے استعمال کو تہذیب جدید کے اہم جز کے طور پر دیکھا جاتا ہے جن کے واسطے سے رات و دن جھوٹ اور حقائق و واقعات کو چھپا کر یا ان کو توڑ مروڑ کر ان کے خلاف کو بیچ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور لوگوں کے جرائم و عیوب پر پردہ پوشی کے بجائے ان کی تشہیر اور پبلسٹی کو پسند کیا جاتا ہے جس کا کوئی مثبت نتیجہ یا فائدہ برآمد ہونے کی بجائے دوسرے افراد میں ان عیوب اور جرائم کی جرأت و ہمت پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں جرائم اور عیوب کا گراف گھٹنے کے بجائے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح جدید تہذیب کے دلدادہ روشن خیال حضرات و خواتین میں ایثار و قربانی، ہمدردی و غم خواری، شرم و حیا، عفت و پاک دامنی اور حسن ظن وغیرہ اوصاف حمیدہ اور صفات جمیلہ کا فقدان نظر آتا ہے۔ جب کہ قدیم تہذیب و معاشرہ اور اسلامی سماج میں ہر نوع کی خوبی ملے گی اور ہر برائی سے دوری اور اجتناب کی پذیرائی نظر آئے گی۔ مثلاً باہم ملاقات کے وقت سلام و مصافحہ کی اہمیت و افادیت ہے، ارشاد نبوی ہے: **أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ** آپس میں سلام کو رواج دو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: **السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ** (سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۶۹۹) گفتگو سے پہلے سلام ہے۔ لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے اور ملنے جلنے کی وکالت کرتے ہوئے خلاصہ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: **المومن الذی یخاطب الناس ویبصر علی اذاہم اعظم اجرًا من الذی لا یخاطبہم ولا یبصر علی اذاہم** (سنن ترمذی رقم الحدیث 2699) جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی طرف سے ہونے والی تکلیف دہ

باتوں پر صبر اختیار کرے تو یہ ایسے مسلمان سے بہتر اور افضل ہے جو الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر اختیار نہ کرے۔ پھر اسی معاشرتی اور تمدنی زندگی کے گزارنے کے سنبھلے اصول کے طور پر ارشاد فرمایا: خَالِقِ النَّاسِ بِخُلُقِ حَسَنٍ (المجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۹۸) لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے: تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۱۹۵۶) اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تمہارا خندہ روئی سے پیش آنا تمہارے لیے صدقہ ہے۔ معاشرت میں والدین کے ساتھ برتاؤ کی بڑی اہمیت ہے حتیٰ کہ باری تعالیٰ جو کائنات کا خالق و مالک ہے، اس کے حقوق کے بعد اگر کسی غیر خدا کا درجہ اور حق بنتا ہے تو والدین کا بنتا ہے اور کیوں نہ بنے جب کہ وہ اس کے دنیا میں آنے کے ظاہری اسباب ہیں؛ اسی لیے اسلامی تعلیمات اور قدیم تہذیب میں والدین کی اہمیت کو واہشگاف کرنے کے لیے ایک طرف قرآن مقدس کہتا ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۲۷۹۹) ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔

دوسری جانب شارح قرآن صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: أَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۱۹۰۰) باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، اور ارشاد ہے: رِضًا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۱۸۹۹) باپ کی رضا میں خدا کی رضا ہے اور باپ کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ والدین کی نافرمانی سے متعلق ارشاد ہے: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: الْأَشْرَكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۹۷۶) کیا تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہوں کی خبر دو؟ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا؛ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! یعنی ضرور بتائیے۔ حضرت نے فرمایا: اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، بڑے بزرگوں کے ادب و احترام کا پاس و لحاظ رکھنا اسلامی تہذیب کا اہم جز ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے: مَا أَكْرَمَهُ شَابٌّ شَيْخًا مِنْ أَجْلِ سِنِّهِ إِلَّا قَبِضَ اللَّهُ لَهُ مَنْ

يُكْرِهُهُ عِنْدَ سَيِّدِهِ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۲۰۲۲) جو نوجوان بھی کسی بوڑھے شخص کا اس کی عمر کی وجہ سے ادب و احترام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسا شخص مقدر فرمائے گا جو اس کا ادب و احترام کرے گا۔ دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ لَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۱۹۱۹) جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پڑوسیوں اور محلہ داروں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا بھی قدیم معاشرے اور اسلامی تہذیب کی دین ہے۔ ارشاد ہے: وہ مومن ہی نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۷۳۰۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: خَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۵۱۸) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے سب سے اچھا ہو۔ عزیز و قریب، احباب و رشتے داروں سے تعلق بنا کے رکھنا معاشرت ہے اور تعلق ختم کر لینا معاشرت کے خلاف ہے، اسی لیے قطع تعلق کرنے والے کی حوصلہ شکنی کے لیے سخت وعید ہے۔ ارشاد نبوی ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۹۸۴) رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ معاشرت محبت سے قائم رہتی ہے اگر محبت کا عنصر مفقود ہو جائے تو معاشرت میں شکاف پڑ جاتا ہے اور محبت کے اسباب میں قوی سبب ایثار و قربانی ہے؛ اسی لیے قرآن مقدس میں ایثار کو قابل تعریف وصف قرار دیا گیا ہے ارشاد باری ہے: وَيُؤْتِيهِمْ زُرُوقًا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ حشر: ۹) وہ حضرات (دوسروں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں گوان کو (خود) فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ وغیرہ یہ قدیم تہذیب اور اسلامی سماج و معاشرے کی ان خوبیوں کی ادنیٰ سی جھلک تھی جو معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بھجا دیا تم نے

وہی چراغِ جلیس گے تو روشنی ہوگی

حاصل کلام یہ ہے کہ تہذیب جدید اور مغربی معاشرہ جرائم کی روک تھام کے بجائے ان کو فروغ دینے میں موثر کردار ادا کرتا ہے کیوں کہ یہ تہذیب و تمدن اگر شرم و حیا سے خالی ہے تو ساتھ ساتھ انسانوں

میں مخالف جنس کے جسم کو نہ صرف یہ کہ دیکھنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ صنف مخالف کے لیے ہر صنف میں نوع بہ نوع کی جاذبیت پیدا کر کے دعوتِ نظارہ دیتا ہے، ایک طرف اگر بلا روک ٹوک ہر شخص کو جنسی تسکین کی اجازت دیتا ہے تو دوسری طرف ہم جنس پرستی کی وکالت کرتا ہے، اگر بے حیائی اور بے غیرتی کو رواج دینے اور عام کرنے کے لیے خواتین کو آزادیِ نسواں اور مساوات کا دل فریب نعرہ دے کر خوش گمانی میں مبتلا کرتا ہے اور ان کو بازاروں، ٹائٹ کلبوں، کالجوں، کھیل کے میدانوں، پارکوں اور ہوٹلوں و آفسوں کی زینت بنا کر بے وقوف بناتا ہے، مرد و عورت کے نکاح اور شادی کے بندھن میں بندھنے کی تعریف و توصیف کرنے کی بجائے ایسا کرنے والے حضرات و خواتین کو ابلہ اور بے وقوف خیال کیا جاتا ہے، اولاد کی تعلیم و تربیت کی وکالت کرنا تو دور، ان کی تعلیم گاہوں میں ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جہاں اچھی تربیت ناممکن ہے جب کہ صالح معاشرہ اور اچھے سماج کا جو ہر اچھی تعلیم اور بھلی تربیت ہی ہے وغیرہ۔ اس کے بالمقابل قدیم تہذیب اور اسلامی معاشرہ گناہوں اور جرائم کے سدباب کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے، لہذا سلف صالحین سے ورثے میں ملنے والا معاشرہ اور قرآن و سنت سے ماخوذ تہذیب میں بڑی اصولی راہیں ملتی ہیں، مثلاً معاشرہ شرم و حیا سے آراستہ ہو، حدیثِ نبوی ہے: **أَلْحِيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ** (سنن نسائی، رقم الحدیث ۵۰۰۶) حیا ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ دوسری جگہ ارشادِ نبوی ہے: **أَلْحِيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ** (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۱۱۷) حیا سے خیر ہی وجود میں آتی ہے۔

نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کے حوالے سے ارشادِ بانی ہے: **قُلْ لِلَّهِ عَمِينَ يَغْضُوا** **مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ** (سورۃ النور: ۳۰) ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ زنا اور حرام کاری جیسے مکروہ اور فبیح عمل کی ممانعت کے لیے قرآن پاک کی تعلیم ہے: **لَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَاتِ اللَّاتِيْنَ كَانَتْ فَاحِشَةً** (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲) زنا کاری کے قریب بھی نہ جاؤ وہ بڑی بے حیائی ہے۔ مرد و زن کے اختلاط اور ان کے باہمی آزادانہ میل جول کے باب کو بند کرنے کے لیے خواتین کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری تک محدود کرنے کے لیے قرآنی فرمان ہے: **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْحَاهِلِيَّةِ الْأُولَى** (سورۃ الاحزاب: ۳۳) اور اپنے گھروں میں قرار

پکڑو اور زمانہ جاہلیت کے دکھلاوے کی طرح دکھلاتی نہ پھرو۔ پھر انسانی فطری ضرورت کی تکمیل کے لیے نکاح کی بابرکت سنت بڑی اہمیت رکھتی ہے پھر اس کو آسان سے آسان بنانے کی ترغیب پر توجہ دی گئی، ارشاد نبوی ہے: **أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَتُهُ أَيْسَرُهُ مَوْعِنَةٌ** (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۶۱۴۶) سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات سب سے کم ہوں۔ نیز صالح معاشرے اور مہذب سماج کی تشکیل میں کلیدی حیثیت اور نہایت اہم رول تربیت اولاد کا ہے، اسی پر توجہ دیتے ہوئے ہدایت دی گئی ہے: **مَا تَحْلَلُ وَالِدٌ وَلَدًا أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ** (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۱۹۵۲) اچھے ادب (اچھی تربیت) سے بہتر عطیہ اور ہدیہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو نہیں دیا۔ افسوس صد افسوس ان روشن خیال اور تہذیب جدید کے متوالوں پر کہ وہ دونوں تہذیبوں میں جب تقابل کرتے ہیں تو جدید تہذیب اور ماڈرن معاشرے کی تباہ کاریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی نام نہاد خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں جب کہ اسلامی معاشرے اور قدیم تہذیب کی بے شمار اچھائیوں اور خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف اور صرف بہ زعم خود اس کی کمیاں اور کوتاہیاں ہی سامنے لاتے اور گناتے ہیں؛ حالانکہ ہر بالبصیرت اور انصاف کی نگاہ رکھنے والا انسان جب دونوں تہذیبوں کا غائرانہ مطالعہ کرے گا تو مجبور ہوگا کہ اسلامی معاشرے اور قدیم تہذیب کے مقابلے میں آنے والے سماج اور سوسائٹی کو نکھاردے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو اور بالخصوص مسلمانوں کو عقل و سمجھ عطا فرمائے اور مغربیت سے بچ کر اپنے پروردگار اور آقائے نامدار تاجدار مدینہ سرور و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین یا رب العالمین۔



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے ہاتھ کو (اللہ کے دربار میں) اٹھایا اور فرمایا: اے اللہ! ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن میرے ساتھ درجہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی کہ ہم نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا ہے۔  
(الشریعہ 1787/4، ج: 1275)

## اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں علما اور مدارس کا کردار

سفیان علی فاروقی

زبان کسی بھی قوم کے لئے اس کی پہچان سے کم نہیں ہوتی بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ زبان کسی بھی قوم کی معاشرت کی عکاس ہوتی ہے، الحمد للہ ہماری قومی زبان اردو ہے اور اس میں وہ تمام صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جو ایک متمدن قوم کی زبان میں ہونی چاہئیں اور اب تو اردو زبان کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے انکار کرنا کسی طور بھی ممکن نہیں رہا، جس کی ایک دلیل حالیہ دنوں اقوام متحدہ میں اردو کو عالمی زبان قرار دیا جانا بھی ہے۔

بد قسمتی سے اردو زبان کے عملی نفاذ میں کچھ نا دیدہ قوتوں کی طرف سے ہمیشہ رکاوٹیں کھڑی کی جاتی رہی ہیں اور موجودہ دور میں بھی بانی پاکستان محمد علی جناح کے احکامات کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں (انہی کا فرمان ہے کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے) لیکن پاکستانی قوم میں اردو زبان کے حوالے سے بیدار ہوتے شعور کو دیکھ کر لگتا ہے کہ انشاء اللہ عنقریب قومی زبان اردو کو اس کا جائز اور حقیقی مقام مل جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ باوجود ہزار رکاوٹوں کے اردو زبان کو بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب کے ایسے لوگ میسر رہے جنہوں نے ہر دور میں اس کا علم اٹھائے رکھا اور اس ٹٹمٹاتے چراغ کو اپنے جذبوں اور عقیدتوں کا تیل فراہم کرتے رہے، لیکن اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح اسے مسلمانوں نے اپنایا اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی بلکہ اس سے بڑھ کر اگر مسلمانوں کو اردو زبان کا موجد کہا جائے تو مضائقہ نہیں، بلاشبہ مسلمانوں نے اردو زبان کی بقاء کی جدوجہد کو ہر سطح پر پھیلایا جس کا اندازہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اس فتویٰ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کو انہوں نے اس وقت کے معروضی حالات کو مد نظر رکھتے

ہوئے دیا تھا وہ فرماتے ہیں:

”اردو زبان کی حفاظت چونکہ دین کی حفاظت ہے اس زبان کی حفاظت حسب استطاعت واجب ہوگئی ہے اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا مصیبت بھی ہوگی اور موجب مواخذہ آخرت بھی ہوگا۔“ (امداد الفتویٰ جلد ۴ ص ۶۵۲)

پھر مسلمانوں میں یہ سہرا بھی اکثر علماء اور اہل مدارس کے سر رہا جنہوں نے اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لئے اردو زبان کا انتخاب کیا اپنے نظام تعلیم کو اردو میں رائج کیا، مدارس میں تدریسی زبان اردو کو قرار دیا، اپنے مواضع، تقریر و تحریر کے لئے اردو زبان کا انتخاب کیا، جب ہمارے عصری ادارے اپنی قومی زبان سے مایوس اور انگش زبان سے مرغوب ہو کر اپنے سورج سے لمحہ افروز ہونے کی بجائے دوسروں کے بجھے چراغوں سے روشنی لینے کی کوششوں میں بڑے شد و مد سے مصروف تھے تو ایسے وقت میں علماء اور مدارس نے اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اس کی حفاظت کی بلکہ اس میں وہ اتنے مستقیم ہوئے کہ نام نہاد دانشوروں کے طعنے بھی سنے، جدید زبانوں سے نابلد بھی کہا گیا لیکن وہ اپنی لگن اور دھن میں مگن عوام الناس میں اردو زبان کے فروغ کی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ 1835ء میں انگریز سرکار نے متحدہ ہندوستان میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے انگریزی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیدیا اسلامی تاریخ و ادب اور اسلامی علوم و فنون کا ایک بہت بڑا ذخیرہ علماء نے عربی سے فارسی زبان میں منتقل کیا تھا جو کئی عشروں سے برصغیر کی دینی و علمی پیاس بجھا رہا تھا ایسے کڑے وقت میں اکابر علماء نے برصغیر میں اسلام کی بقاء کی جدوجہد شروع کی تو انہوں نے اردو زبان میں تمام علوم منتقل کرنے کا فیصلہ کیا اور علماء اور مدارس نے اردو دان طبقہ اور اسلام کے آفاقی نظام میں ایک پل کا کام سرانجام دیا، عربی و فارسی میں موجود تمام اسلامی علوم کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا، عربی میں کی گئی جدید اسلامی تحقیقات کو بھی اردو دان طبقہ تک پہنچایا اور مزید تحقیقی، علمی اور معلوماتی کتابوں سے لائبریریوں کی لائبریریاں بھر دیں اور آج اردو زبان میں جتنے بھی اسلامی علوم و فنون موجود اور محفوظ ہیں ان سب کو ہم تک پہنچانے میں علماء و مدارس کی انتھک کاوشوں، بے

لوٹ مٹنتوں، بے غرض و بے ریا محبتوں کا بہت بڑا حصہ ہے، علماء اور مدارس نے اردو کا دامن قرآن پاک کی تفسیروں، حدیث کے تراجم و تشریحات، ادب، تصوف، فلسفہ اور تاریخ وغیرہ سے مزین کر دیا، موجودہ دور میں بھی تعلیمی اداروں میں سب سے زیادہ مدارس ہی نے اردو زبان کو تدریسی زبان کے طور پر رائج کیا ہوا ہے اور ہزاروں مدارس میں موجود لاکھوں پاکستانی قوم کے فرزند اپنی قومی زبان میں ہی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اردو زبان و ادب کے فروغ اور پوری دنیا میں اردو کی ترویج و اشاعت میں جن علماء نے بے پایاں خدمات سر انجام دیں ان کا شمار تو شاید ممکن نہیں لیکن ان میں سے چند ایک کے نام اور ان کی خدمات کو برکت کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

دیگر زبانوں کو سمجھنے کے لئے اردو میں لغات کی بہت ضرورت تھی خاص کر کے عربی زبان کو سمجھنے بغیر اسلامی علوم و فنون تک پہنچنا ناممکن تھا سو علماء نے اس سلسلہ میں کڑی محنت کی اور بے شمار علمی ذخیرہ سے بھرپور لغات مدون کیں مثلاً

☆.....: مصباح اللغات، مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاویؒ

☆.....: قاموس القرآن اور بیان اللسان، مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ

☆.....: القاموس الوحید۔ القاموس الجدید۔ القاموس الاصلاحی، مولانا وحید الزمان کیرانویؒ

☆.....: لغات جدیدہ، مولانا سید سلیمان ندویؒ

☆.....: قاموس الفقہ (۵ جلدیں)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانیؒ

☆.....: القاموس الموضوعی، مولانا ندیم الواجدیؒ۔ وغیرہ وغیرہ

وہ علماء جنہوں نے دینی خدمات تو سر انجام دی ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان کی ادبی تحاریر و تقاریر، شعر و سخن میں دسترس کو بھی مقبولیت عامہ حاصل ہوئی اور ایک دنیا نے ان کے علوم سے اکتساب فیض کیا مثلاً قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (یہ فی البدیہہ شاعر بھی تھے)، مولانا یعقوب نانوتویؒ (بیاض نانوتوی، شعری مجموعہ)، مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (ہمہ جہت شخصیت تھے، کمال کا ذوق پایہ تھا، نہایت عمدہ شاعر بھی تھے)، علامہ انور شاہ کاشمیریؒ ان کی دینی خدمات سے کون واقف نہیں ان کے

بارے میں مشہور تھا کہ یہ چلتی پھرتی لائبریری ہیں (انہوں نے ۱۵۰۰۰ اشعار کہے)، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (آپ نثر کی ایک خاص طرز کے موجد بھی ہیں)، شیخ الادب مولانا اعجاز علیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مفتی عتیق الرحمن، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا احسان اللہ تاجورؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولوی عبدالحقؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا محمد حسین آزادؒ، مولانا حالیؒ، مولانا حسرت موہانیؒ، مولانا مملوک علیؒ، مولانا سید رابع حسنیؒ، مولانا عبدالماجد ریا آبادیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا زکریا کاندھلویؒ (جنہوں نے فضائل اعمال و دیگر کتب کی شکل میں بے شمار احادیث مبارکہ کو اردو زبان میں منتقل کیا)، مولانا محمد الیاس دھلوی (بانی تبلیغی جماعت)، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا ادیس کاندھلویؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا قاضی اطہر مبارکپوری مولانا زکی کبھی (شاعری مجموعہ: کیفیات)، مفتی ولی رازی (اردو میں سیرت کی پہلی غیر منقوٹ کتاب ”ہادی عالم“ کے مصنف) وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

علماء اور مدارس اردو رسم الخط کی حفاظت میں بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ فنِ خطاطی میں بھی اپنی خدمات سرانجام دیں چنانچہ موجودہ دور میں اردو رسم الخط (خطِ نستعلیق) کے مجدد استاذ الخطاطین سید نفیس احسینی شاہ صاحب (نفیس رقم) کا نام نامی بہت نمایاں ہے زمانہ ماضی میں خطِ نستعلیق کے استاد حافظ ابراہیم، خطِ نسخ و نستعلیق کے استاد مولانا ابراہیم استر آبادیؒ، مولوی الہی بخش خوشنویسؒ، مولانا حسن بنائیؒ، مولانا خواجہ محمودؒ، مولوی سید سراج الدین احمدؒ، مولانا سلطان الدین احمدؒ، ملا عبدالقادر اخوندؒ، مولوی نذیر الدین قریشیؒ وغیرہ وغیرہ گزرے ہیں۔

یہ چند ایک نام اور دو تین شعبہ جات صرف اس لئے ذکر کیے ہیں تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے کہ علماء اور مدارس نے اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا ہے اور ان سب چیزوں کو ان کی جزئیات سمیت ذکر کرنا اس مختصر کالم میں ممکن نہیں ہے۔



## خواتین کے لیے چند احکام و آداب

مولانا مبین الرحمان

اپنی حیا اور عفت کی حفاظت پر عظیم انعام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب عورت بیچ وقت نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی حیا اور عفت کی حفاظت کرے اور (جائز کاموں میں) اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت میں جس دورانے سے چاہے داخل ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: **إِذَا صَلَّاتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا: دَخَلَتْ مِنْ أُمَّي أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ**۔“ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۴۱۶۳)

پردہ عورت کے لیے انعام خداوندی ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ عورت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے، اسی پردے میں عورت کی عزت ہے، یہی عورت کی حیا کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جو عورت پردہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کی بے شمار نعمتیں عطا کرتا ہے، جن میں سے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے راضی ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان عورت کے لیے اس سے بڑھ کر نعمت اور خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ عورت سراپا پردہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **”الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ**۔“ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۷۳)

ترجمہ: ”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔“

یعنی شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات پر ابھارے کہ وہ اس عورت کو دیکھ کر بدنظری اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوں۔ عورت کے لیے افضل جگہ گھر کی چار دیواری ہے، اللہ تعالیٰ کو عورت کا پردے میں رہنا اتنا پسند ہے کہ عورت جتنا پردے میں رہتی ہے اور جتنا زیادہ اپنے آپ کو نامحرم مردوں سے چھپاتی ہے تو اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے، حتیٰ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت تو پردے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔ اور عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے کسی کونے اور پوشیدہ جگہ میں ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا إِذَا هِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا۔“  
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۵۹۹)

عورت کے لیے نماز پڑھنے کی افضل جگہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت کے لیے صحن میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کمرے میں نماز پڑھے، اور کمرے میں بھی زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کسی کونے (اور پوشیدہ جگہ) میں نماز ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا۔“  
(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۷۰)

سبحان اللہ! نماز جیسی اہم عبادت میں بھی پردے کا خوب اہتمام کرنے کی فضیلت اس حدیث مبارک سے واضح ہو جاتی ہے۔ شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں بھی واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے۔ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کی وجہ بھی یہی ہے کہ عورت نام ہی حیا اور پردے کا ہے، اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو، جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَجَمَاعٌ مَا يَفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السُّتْرِ، وَهُوَ

أَتَمَّهَا مَا مَوْرَثَةٌ بَكْلٍ مَا كَانَ أَسْتَوَّلَهَا“ (سنن اکبری للبیہقی، باب ما یستحب للمرأة من ترک التتانی فی الرکوع والسجود)

ترجمہ: ”مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔“

دنیا میں نازیبا لباس پہننے پر شدید وعید

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: دو جہنمی گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے اب تک نہیں دیکھا: ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دُم کی طرح کوڑے ہوں گے جن کے ذریعے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجودنگی ہوں گی، (نامحرم مردوں کو) اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور خود بھی (اُن کی طرف) مائل ہوں گی، ان کے سر سختی اونٹوں کے جھکے ہوئے کوبانوں کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گی، حالاں کہ جنت کی خوشبو تو اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

”صِنْفَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَهُمَ أَرْهُمًا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَصْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَالسِّيَاطِ عَارِيَّاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۷۰۴)

لباس پہننے کے باوجودنگی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو لباس اس قدر چھوٹا ہوگا کہ اس میں ستر نہ چھپ سکے گا، یا اس قدر چست ہوگا کہ جس سے جسم کی ہیئت ظاہر ہوگی، یا اس قدر باریک ہوگا کہ جس سے جسم نمایاں ہوتا ہوگا۔

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے پر لعنت کی وعید

حضور ﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مرد جیسا لباس پہنتی ہے، حدیث شریف میں ہے:

’لَعْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ۔‘ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۱۰۰)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ پردہ عورت کے لیے نہایت ہی اہم ہے اور اس کے لیے گھر

میں رہنا ہی اصل حکم ہے، اسی میں اللہ کی رضا ہے۔ البتہ شریعت نے شدید مجبوری میں عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، لیکن یہ اجازت بھی چند شرائط کے ساتھ ہے۔ ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے عورت باہر نکل سکتی ہے۔ ذیل میں عورت کے لیے راہ چلنے کے آداب و احکام بیان کیے جاتے ہیں: خواتین کے لیے راہ چلنے کے آداب و احکام راہ چلتے ہوئے نظر کی حفاظت راہ چلتے ہوئے جس طرح مرد حضرات کے لیے غیر محرم عورتوں سے نگاہ کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح یہ حکم عورتوں کے لیے بھی ہے، کیوں کہ بدنگاہی سنگین گناہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو بھی نگاہوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے: **وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ**۔ (سورۃ النور: ۱۳)

ترجمہ: ”اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“ نظروں کی حفاظت راستے کے حقوق میں سے ہے راستہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ غیر محرم سے نظروں کی حفاظت کی جائے۔ یہ حکم جس طرح مردوں کے لیے ہے، اسی طرح خواتین کے لیے بھی ہے کہ وہ راہ چلتے ہوئے غیر مردوں سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: **فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ، قَالُوا: وَمَا حَقُّهُ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى**۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۸۵)

خواتین کے لیے راستے کی کسی ایک جانب چلنے کا حکم

خواتین کے لیے راستے کے درمیان میں چلنے کی اجازت نہیں، بلکہ احادیث کی رو سے ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ راستے کے دائیں یا بائیں کسی ایک جانب ہو کر چلیں، اس طرح کسی ایک طرف چلنے کے متعدد فوائد ہیں کہ اس سے راستے کے درمیان والا حصہ مردوں کے لیے خاص ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط بھی نہیں ہوتا، آمناسا منا بھی نہیں ہوتا، شعب الایمان میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”لیس للنساء سرة الطريق یعنی وسط الطريق۔“ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۷۳۶۶)

ترجمہ: ”عورتوں کے لیے راستے کے درمیان میں چلنے کا حق نہیں۔“ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے باہر کھڑے تھے کہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ: پیچھے ہٹو، تمہیں راستے کے درمیان میں چلنے کا حق نہیں، بلکہ تم پر لازم ہے کہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلو۔ چنانچہ اس ارشاد کے نتیجے میں عورت راستے کے ایک طرف اس قدر دیوار سے لگ کر چلتی کہ دیوار میں اس کے کپڑے وغیرہ اٹک جاتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط اور رش کا ہونا ممنوع ہے، اس لیے عورتوں کو راستے میں اس طرح چلنا چاہیے کہ ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ آئے۔

راہ چلتے ہوئے خاموشی اختیار کریں

ایک باحیا مسلمان خاتون کی حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ راہ چلتے ہوئے خاموش رہے، تاکہ ان کی باتوں کی وجہ سے مردان کی طرف متوجہ نہ ہوں اور یہ مردوں کے لیے فتنے کا باعث نہ بنے۔ آج کل نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے مسلمان خواتین راہ چلتے ہوئے باتیں کیے جاتی ہیں، گپ شپ لگاتی ہیں، یقیناً ان بے حیائی کی حرکتوں کی وجہ سے متعدد فتنے وجود میں آئے ہیں۔ کیا ان مسلمان خواتین سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ وہ یہ باتیں گھر جا کر کر لیا کریں؟ ان تمام احادیث مبارکہ اور تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اللہ کے نزدیک عورت کے لیے پردہ کرنا کس قدر پسندیدہ اور اہم ہے۔ اس لیے تقاضا یہ ہے کہ جب عورت کسی ضرورت کے لیے گھر سے نکلے تو اس کو چاہیے کہ ایک تو مکمل پردے کے ساتھ باہر نکلے۔ دوسرا یہ کہ باہر نکلنے وقت ایسا برقع نہ پہنے جس سے اس کا پردہ نہ ہوتا ہو، حیا کی حفاظت نہ ہوتی ہو، اور جو مردوں کو اپنی جانب متوجہ کرے، کیوں کہ جس طرح بے پردہ ہو کر نکلتا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، اسی طرح فیشنی اور چست برقع پہن کر باہر نکلتا بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ افسوس کہ آج کل بہت سی خواتین زیب و زینت والے فیشنی اور چست برقعے پہنتی ہیں، جن سے پردے کا مقصد ہی حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی ہے، جو کہ ایک مسلمان عورت کی شان نہیں ہو سکتی۔ ان تمام آداب و احکام پر عمل کرنے کے نتیجے میں خواتین اپنی حیا اور عزت کی حفاظت بھی کر سکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کر سکتی ہیں۔



رئیس المحدثین

## مفتی سعید احمد پالنپوریؒ

اختر امام عادل قاسمی

ایک سوگوار صبح

25 رمضان المبارک 1441ھ/19 مئی 2020ء کی صبح کیسی سوگوار تھی کہ اس کے آسمان کا سورج ابھی نکلا ہی تھا کہ آسمان علم و فن کا روشن آفتاب غروب ہو گیا، ابھی صبح کلیوں نے کھلنا اور کوئل نے چہکننا شروع کیا تھا کہ گیشن اسلام کا ایک پھول مرجھا گیا اور باغ علوم نبوت کا ایک بلبل خاموش ہو گیا یعنی علم و فن کے امام رئیس المحدثین حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد پالنپوریؒ شیخ الحدیث و صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کئی دنوں سے آپ کی شدید علالت کی تشویشناک خبریں موصول ہو رہی تھیں، 24 رمضان المبارک کو شام سے ہی حالت زیادہ خراب ہونے کی خبر ملی 25 رمضان کی شب کشمکش میں گزری، رات بھر جاگنے کے بعد صبح کے تھکے ہوئے لمحات میں ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع ملی آخر زندگی بھر کا تھکا ہارا مسافر ابدی نیند سو گیا۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے  
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

حضرت مفتی صاحبؒ اس دور میں ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، جن کو ہر علم و فن سے آشنائی تھی، مدارس کے نصاب میں رائج نچے سے اوپر تک ہر کتاب کی تدریس کی ان کو سعادت حاصل ہوئی تھی، وہ تدریس کا بے پناہ ملکہ رکھتے تھے، کسی فن کی کتاب ہو، پانی کر دیتے تھے، علم کو گھول کر پلانے کا وہ ہنر جانتے تھے، ان کا طریقہ فن میں اتر کر کلام کرنے کا تھا، وہ ہر فن کے مزاج شناس تھے، گفتگو کسی موضوع پر بھی ہو بصیرت و گہرائی میں ڈوبی ہوتی تھی، خاص طور پر حدیث اور فقہ ان کے ذوق کا حصہ تھے، ان دونوں فنون کے مراجع و ماخذ پر گہری نظر تھی، حدیث و فقہ کے فطری مذاق کا نتیجہ تھا کہ ان کے درس حدیث میں بڑا اعتماد ہوتا تھا، وہ نہ اہل ظاہر کی طرح گفتگو فرماتے تھے اور نہ فقہی تشقیقات میں غلو کے قائل تھے، آپ کے یہاں روایت و درایت دونوں کا امتزاج تھا، حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے دارالعلوم دیوبند میں جس طرز تدریس کی بنا ڈالی تھی، مفتی صاحب اس دور میں اس کے بہترین نمائندہ تھے، وہ متصلب حنفی تھے، لیکن درس ایسا بصیرت افروز اور مدلل ہوتا تھا کہ مسلک حنفی دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر جاتا تھا، ان کا درس بڑا مقبول اور طرز افہام و تفہیم بہت مؤثر تھا، اسی لئے بلاشک و مجبوری کے کوئی طالب علم ان کے درس سے غیر حاضر نہیں ہوتا تھا۔

فقہ و حدیث کے علاوہ علوم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور معارف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر بھی آپ کا خصوصی مطالعہ تھا، ان بزرگوں کی کئی کتابوں کی تشریح و تسہیل آپ نے فرمائی۔

### لب و لہجہ اور زبان و بیان

درس ہو یا عوامی خطاب ان کا لب و لہجہ ہمیشہ مجلسی ہوتا تھا، تکلفات اور آورد سے بالکل پاک، سیدھا سادہ انداز بیان اور سادہ عام فہم الفاظ، وہ بہ تکلف پر شکوہ الفاظ اور حسین تعبیرات کے درپے نہیں ہوتے تھے اسی لیے ان کی گفتگو سامعین کے سروں کے اوپر سے نہیں بلکہ دل و دماغ کے اندر کو چھوتی ہوئی گذرتی تھی، خشک سے خشک موضوع کو تروتازہ اور دلچسپ بنا کر پیش کرنے کا جو سلیقہ انھیں حاصل تھا اس دور میں شاید کسی کو حاصل ہو، گو کہ ان کی مادری زبان اردو نہیں تھی مگر وہ اہل زبان کی طرح اس پر قدرت رکھتے تھے، اردو اور عربی دونوں زبانوں پر ان کو یکساں عبور حاصل تھا، مختلف علوم و فنون پر ان کی تصنیفات

اس کے لئے شاہد عدل ہیں، نادر موضوعات پر چالیس (40) سے زیادہ تصنیفات آپ نے یادگار چھوڑیں جو ایک مستقل علمی لائبریری ہے آئندہ محققین کے لئے وہ ماخذ کا کام کرے گی ان شاء اللہ۔

### شرف تلمذ اور رابطہ

مجھے 1406ھ سے 1407ھ/1986 تا 1987 میں آپ سے ہدایہ رابع اور ترمذی و طحاوی شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، آپ کی ترمذی و طحاوی کے درسی افادات بھی میں نے قلمبند کئے تھے جو میرے ذخیرہ کاغذات میں محفوظ ہیں، دارالعلوم دیوبند کے دوران قیام مجھے یاد نہیں کہ کسی استاذ کے سبق سے میں غیر حاضر ہوا ہوں، لیکن حضرت مفتی صاحب کے درس سے میں بہت متاثر تھا وہ اس وقت دارالعلوم دیوبند کی درسگاہ کی آبرو تھے، بہت سے علمی مسائل میں لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ہمارے دور میں طلبہ کے درمیان وہ سب سے زیادہ مقبول ترین استاذ تھے، بہت بارعب اور باوقار تھے، لیکن اس کے باوجود بڑی محبوبیت کے حامل تھے، طلبہ عصر کے بعد ان کے گھر پر حاضر ہوتے تھے اس زمانہ میں مفتی صاحب گھر سے دارالعلوم پایادہ تشریف لاتے تھے، میرا قیام افریقی منزل قدیم میں تھا، اسی کے پاس سے گذر کر وہ معراج گیٹ سے دارالعلوم تشریف لے جاتے تھے اس طرح اکثر آنا سنا منا اور ملاقات ہوتی تھی، مگر ہمت کی کمی کے سبب بہت دنوں تک آپ کے در دولت پر حاضری سے محروم رہا۔

سہ روزہ عالمی ختم نبوت کانفرنس میں مقالہ پیش کرنے کا قصہ

پہلی بار مجھے آپ کے گھر پر حاضری کا شرف دارالعلوم دیوبند میں پہلی سہ روزہ عالمی ختم نبوت کانفرنس 1987ء کے موقع پر حاصل ہوا، وہ قصہ بھی بڑا عجیب تھا، میں دارالعلوم دیوبند کا ایک گمنام طالب علم، ایک چھوٹے سے مدرسہ (مدرسہ دینیہ غازی پور یو پی) سے آیا تھا، حلقہ احباب میں وہی دو چار طلبہ تھے جو غازی پور سے ساتھ آئے تھے، دارالعلوم کے عظیم اساتذہ کے درباروں تک ہم جیسے معمولی طلبہ کی رسائی نہیں تھی، میری طبیعت کی کم آمیزی اس پر متزاد، طلبہ سے بھی بہت کم شناسائی تھی، درسگاہ اور کتب خانہ کے علاوہ کہیں آنا جانا نہیں تھا، دارالعلوم سے باہر کبھی کسی تفریح گاہ، جلسہ، مشاعرہ یا پروگرام میں شریک نہیں ہوا، اپنے ضلعی اور صوبائی انجمنوں میں بھی بہت کم شرکت ہوتی تھی، اسی زمانہ میں دارالعلوم میں ختم

نبوت کانفرنس کی مہم شروع ہوئی، جس میں ملک و بیرون ملک سے بڑی علمی، ملی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی، امام حرم عبداللہ بن سبیل بھی تشریف لائے، اس موقع پر دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ نے طے کیا کہ کانفرنس کے پروگراموں میں ایک نشست طلبہ دارالعلوم کی بھی رکھی جائے، تاکہ دارالعلوم کی نمائندگی اس میں شامل ہو، نشست میں پانچ طلبہ کے مقالات اور پانچ طلبہ کی تقاریر پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور خواہشمند طلبہ کو اس میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تاکہ مسابقہ کے بعد بہتر سے بہتر انتخاب عمل میں آسکے، اس کا اعلان آویزاں ہوتے ہی خواہشمند طلبہ کا اتر دھام دیکھنے کو ملا، دارالعلوم دیوبند تو علم کا بحر ہے کراں ہے یہاں ایک پر ایک باصلاحیت طلبہ ہر زمانے میں موجود رہے ہیں، دفتر تعلیمات کے پاس میں نے بھی یہ اعلان دیکھا، میری تمناؤں نے بھی انگڑائی لی، مگر یہ سوچ کر کہ دارالعلوم کے باصلاحیت اور ممتاز طلبہ کے درمیان میرے جیسے ایک معمولی اور گنم طالب علم کی کیا حیثیت؟ ہمت نہیں ہوتی تھی، لیکن شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے بھی ختم نبوت کے موضوع پر مقالہ نویسی میں حصہ لینے کا عزم کر لیا، پھر وقت مقررہ کے اندر مقالہ تیار کر کے خاموشی کے ساتھ خریدارانِ یوسف کی آخری صف کے امیدوار کی طرح دفتر میں جمع کر دیا جس کی اطلاع میرے قریب ترین ساتھیوں کو بھی نہ ہو سکی، حقیقت یہ ہے کہ مجھے ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ میرا مقالہ کسی لائق ہوگا اور اس عظیم الشان کانفرنس کے لئے اس کا انتخاب عمل میں آئے گا، اس مسابقہ میں کتنے طلبہ نے حصہ لیا یہ تو معلوم نہ ہو سکا لیکن میری خوش بختی کہ پانچ منتخب مقالات میں ایک میرا مقالہ بھی شامل تھا۔

دفتر کا چیرا سی ڈھونڈتا ہوا میرے کمرے پر آیا اور تحریری حکم سنایا کہ اپنا مقالہ لے کر حضرت مفتی سعید احمد پالنپوریؒ کے گھر پر حاضر ہو، اس طرح پہلی مرتبہ مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کے در دولت پر حاضری کی سعادت میسر ہوئی، مفتی صاحب نے کچھ ضروری ہدایات دیں، اور رخصت کر دیا یہ پہلا موقع تھا جب میرا رابطہ حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ اتنے قریب سے ہوا۔

بہر حال عظیم الشان سہ روزہ کانفرنس ہوئی اور اس کی ایک نشست میں جس میں ملک و بیرون ملک کے اعیان و علماء تشریف فرما تھے، اس حقیر کو بھی اپنا مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ (جاری ہے)



## بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

قسط نمبر: 17

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

علامہ عبدالحق اشعریؒ

بجایہ میں قیام کے دوران وہ جامع مسجد کے خطیب بھی رہے، مدرس بھی اور کچھ عرصہ کے لئے قاضی بھی، زندگی نظم و ضبط کی پابند تھی علامہ ابن عمیرہ ضمیؒ لکھتے ہیں کہ وہ جامع مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ کر چاشت کے وقت تک طلبہ کو پڑھاتے، پھر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتے اور گھر جا کر ظہر

تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، ظہر کی نماز کے بعد عداۃتی کام کرتے اور اس وقت میں بعض اوقات پڑھاتے بھی تھے عصر کے بعد لوگوں کی ضروریات پوری کرنے اور خدمتِ خلق کے لئے گھر سے نکل جاتے۔  
(بغیۃ الملتمس للضبی ص 378)

یہ تو دن کے معمولات تھے اور رات کے بارے میں علامہ ابو العباس غبرینیؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی رات کے تین حصے کر رکھے تھے ایک تہائی رات پڑھنے میں گزارتے، ایک تہائی عبادت میں اور ایک تہائی سونے میں۔ (عنوان الدراریہ للغبرینی ص 42)

گھر والوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان بھی تھے اور خوش طبع بھی اکثر اپنی بیٹھک میں فقہاء کے ساتھ بیٹھے ہوتے اندر سے کوئی کنیز آ کر گھر کے کسی کام کے لئے پیسے مانگتی تو چھوٹی سی چیز کے لئے بھی ضرورت سے زیادہ پیسے دے دیتے ایک مرتبہ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جتنے پیسے آپ دے رہے ہیں وہ ان کی مطلوب مقدار سے بہت زائد ہیں جواب میں آپ نے فرمایا:

میں اپنے گھر والوں پر تین شین (ش) جمع نہیں کرتا، میں شیخ اور اشبیلی تو ہوں (لہذا مجھ میں دو شین موجود ہیں) شیخ (یعنی بخیل) بننا نہیں چاہتا (عنوان الدراریہ ص 44)

افسوس ہے کہ ان کی تصانیف طبع نہیں ہوئیں ورنہ کتاب "الاحکام" کے علاوہ ان کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے "الحاوی" کے نام سے ایک لغت اٹھارہ جلدوں میں لکھی تھی اس کے علاوہ صحاح ستہ کا مجموعہ "الجامع الکبیر" کے نام سے لکھا تھا اور احوالِ آخرت پر ایک کتاب "العاقبۃ" کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ نیز کتاب التہجد کتاب الرقاق اور اختصار الرشاطی بھی ان کی تصانیف میں شمار کی گئی ہیں۔

اتنی بات تو علامہ عبدالحق اشبیلیؒ کے تقریباً سبھی تذکرہ نگاروں نے لکھی ہے کہ ان کی وفات حاکم وقت کے ظلم و تشدد کے نتیجے میں ہوئی لیکن اس واقعے کی کوئی تفصیل کسی نے بیان نہیں کی مگر ان کے مزار پر ایک عمر رسیدہ مجاور تھا اس نے بتایا کہ ہمارے آباؤ اجداد سے یہ واقعہ مشہور چلا آتا ہے کہ علامہ عبدالحق اشبیلیؒ کا بجایہ کے حاکم سے کسی مسئلے میں شدید اختلاف ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں اس نے انہیں سزائے موت دے دی اور ان کو اسی "باب البنود" پر سولی دی گئی جس کا ذکر پیچھے آیا ہے پھر ان کی لاش اس دروازے کے

بیرونی حصے میں تین روز تک لٹکتی رہی۔

اس وقت ”باب البندوبہ“ کی آخری حدیث اور غروب آفتاب کے بعد یہ دروازہ بند کر دیا جاتا تھا لیکن دروازہ بند کرنے سے پہلے چونکہ دار یہ آواز لگایا کرتا تھا کہ ”اگر شہر کا کوئی آدمی دروازے سے باہر ہے تو اندر آ جائے دروازہ بند ہو رہا ہے۔“

مذکورہ مجاور کا کہنا تھا کہ جس روز علامہ عبدالحق کو سولی پر لٹکایا گیا اس روز شام کو چونکہ دار نے حسب معمول یہ آواز لگائی تو جنگل کی طرف سے آواز آئی، ٹھہرنا ابھی عبدالحق شہر سے باہر ہیں ”چونکہ دار نے اس کو واہمہ سمجھا اور دوبارہ آواز لگائی تو پھر جو ابابوہی آواز سنائی دی اور یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔“

اسی مجاور نے یہ بھی بتایا کہ علامہ عبدالحق اشبیلیؒ کی وفات کے بعد بجایہ کے بچے بچے کی زبان پر

یہ جملہ تھا:

الشیخ عبدالحق، قتل بغیر حق

وہ شیخ جو حق کا بندہ تھا حق کے بغیر قتل ہوا

یہاں تک کہ اس علاقے میں یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

الحمد للہ شیخ کے مزار پر سلام عرض کرنے اور فاتحہ پڑھنے کی توفیق ہوئی میں سوچ رہا تھا کہ اللہ کے اس برگزیدہ بندے نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ تبلیغ حق، خدمت دین اور خدمت خلق میں صرف کیا اور حق ہی کی خاطر مظلومیت کی لرزہ خیز موت کو سینے سے لگا کر زندہ جاوید ہو گئے وہ حاکم جس نے انہیں سولی پر لٹکایا تھا اسے آج کوئی نہیں جانتا، مجھے اس دور کے تذکروں میں اس کا نام تک نہیں مل سکا لیکن علامہ عبدالحق کا نام زندہ و جاوید ہے اور جب تک دنیا میں حق کے نام لیوا باقی ہیں ان پر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے جاتے رہیں گے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

وادئ صومام میں

بجایہ کے قیام کے دوران ایک جمعہ آیا تو کانفرنس کے منتظمین تمام مندوبین کو بجایہ سے تقریباً اسی

میل کے فاصلے پر وادی صومام لے گئے یہ سرسبز و شاداب پہاڑوں میں گھری ہوئی بڑی حسین وادی ہے

یہاں کے بلند ترین پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس گاؤں کے ایک کچے مکان میں فرانسیسی استعمار کے زمانے میں الجزائر کے مختلف خطوں کے مسلمان مجاہدین کا ایک کنونشن منعقد ہوا تھا جس میں تمام علاقوں کے لوگوں نے ایک متحدی پلیٹ فارم بنا کر فرانس سے آزاد ہونے کی جدوجہد شروع کی تھی حکومت الجزائر نے آزادی کے بعد اس مکان کو محفوظ رکھا ہے اور اس کے آس پاس متعدد یادگاریں بنادی ہیں۔

ہماری گاڑی خطرناک پہاڑی کو عبور کر کے اس گاؤں میں پہنچی اور ہم اتر کر پیدل چلے تو ایک طرف دیہاتی مکانات کے قریب سے گذراتے ان خواتین نے مسلسل چیخوں کے سے انداز میں منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکالنی شروع کیں جو جنگل کے سناٹے میں دور تک پھیلتی چلی گئیں ان چیخوں میں خوف کی بجائے طربیت (مسرت) کا انداز نمایاں تھا، میں نے اس طرح کی آوازیں پہلے کبھی نہیں سنی تھیں اس لئے حیران تھا میرے ساتھ تیونس کے مفتی شیخ مختار اسلامی تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شمالی افریقہ کے علاقے میں یہ رواج ہے کہ خواتین خوشی کے مواقع پر یا کسی مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے آوازیں نکالتی ہیں، ان کو "زغارید" کہا جاتا ہے اور یہ آوازیں خواتین ہی نکال سکتی ہیں یہ مردوں کے بس کا کام نہیں ان آوازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ بظاہر ان کے لئے اردو میں "چیخ" کے سوا کوئی اور لفظ استعمال نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کے انداز میں خوف یا رنج کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا بلکہ لہروں کے معمولی اتار چڑھاؤ سے ان میں طربیت کا اندازہ پیدا ہو جاتا ہے، شیخ سلامی نے بتایا کہ "زغارید" بہت سی عورتیں مل کر نکالتی ہیں اس لئے ان کا منہ ہلکا سا کھلتا ہے لیکن دیکھنے والا عموماً یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ آواز اس منہ سے نکل رہی ہے اور یہ اتنے تسلسل کے ساتھ نکالی جاتی ہیں کہ سانس ٹوٹنے نہیں پاتا۔

یہ "زغارید" گو سننے کا میرا پہلا تجربہ تھا بعد میں "الجزائر شہر اور قاہرہ میں بھی دیکھا کہ شادی کی تقریبات میں گھروں سے بار بار یہ آوازیں بلند ہوتی ہیں۔"

بہر کیف! ہم پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں دیہاتی انداز کا ایک چھوٹا سا مکان تھا جس میں الجزائر کے آزادی کے رہنماؤں کا یہ تاریخی اجتماع منعقد ہوا تھا اس اجتماع سے پہلے اگرچہ فرانسیسی استعمار کے خلاف ملک کے مختلف حصوں میں تحریک آزادی شروع ہو گئی تھی لیکن ان کے درمیان نہ کوئی رابطہ تھا اور

نہ کسی مشترک منصوبہ بندی کا کوئی تصور تھا، چنانچہ فرانسیسی حکومت ان تحریکوں کے رہنماؤں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کے تمام راستے مسدود کئے ہوئے تھے ایسے حالات میں ان رہنماؤں کا باہم ملنا موت کو دعوت دینے کے مرادف تھا۔ لیکن کچھ لوگوں نے جان پر کھیل کر اس دور افتادہ پہاڑ کی چوٹی پر اس خفیہ اجتماع کا انتظام کیا اس اجتماع کے بعد یہ متفرق تحریکیں ایک مربوط اور متحد جہاد آزادی کی شکل اختیار کر گئیں اور غیر ملکی طاقتوں کو بھی حریت پسندوں کی اس منظم طاقت کو تسلیم کرنا پڑا۔

اس مکان کے نیچے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹے سے جنگی طیارے کا تباہ شدہ ڈھانچہ پڑا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فرانسیسی فوج کا وہ طیارہ ہے جو آزادی کی جدوجہد کے دوران حریت پسندوں نے پہلی بار گرایا تھا اسی کے ساتھ ایک کمرے میں ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے جس میں تحریک آزادی کی مختلف یادگاریں اور اس دور کے بہت سے اخبارات محفوظ ہیں۔



ہر ماہ بات عہدگی سے شائع ہونے والا

## تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تشہیر کے لئے ماہنامہ دارالتقویٰ کا انتخاب کریں



## سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب

مرتب: مولانا ذوالکفل

استاذ جامعہ دارالتقویٰ لاہور

قسط نمبر: 13

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی دہلی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب کے سوانح حیات، دینی تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط وار شائع کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کا اگرچہ دیگر اکابرین سے بھی تعلق تھا لیکن حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ سے خاص الخاص تعلق تھا اسی تعلق کا اثر تھا کہ بیعت کے مستقل سلسلے کے لیے بھی انہی کا انتخاب کیا۔

حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ سے تعلق کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ جن دنوں لاہور میں مقیم تھے ان دنوں حضرت رائے پوری لاہور تشریف لائے۔ حاجی صاحب کو ان کے متعلق علم نہیں تھا کہیں سے یہ سنا کہ لاہور میں ہندوستان سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں چنانچہ فقط زیارت کی نیت سے ملنے تشریف لے گئے حضرت رائے پوری لاہور میں شملہ پہاڑی کے قریب حاجی عبدالمتین صاحب کی کٹھی میں تشریف فرما تھے ابتدائی تعارف میں جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خلیفہ ہیں (جو کہ حضرت حاجی صاحب کے آبائی گاؤں گمٹھلہ ہی کے تھے اور حاجی صاحب انہی کی برادری سے تعلق رکھتے تھے) تو ان سے عقیدت اور بھی بڑھ گئی۔

اسی وجہ سے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ حاجی صاحب پر خاص توجہ عطا فرماتے کہ میرے شیخ کے گاؤں کا ہے اور انہی کی برادری کا ہے۔ لہذا سلوک کی منازل اتنی تیزی سے طے کروائیں کہ جونتہی کو اسباق واذکار دیئے جاتے وہ حاجی صاحب کو ابتداء میں ہی دے دیئے۔

اسی مجلس کا ایک واقعہ ہے کہ حاجی صاحب حضرت رائے پوری کی خدمت میں بیٹھے تھے ایک صاحب پینٹ شرٹ میں ملبوس ٹائی لگائے ہوئے اندر آئے۔ پہلے اپنی پتلون اتاری جس کے نیچے پاجامہ پہن رکھا تھا۔ جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھی۔ ٹائی لگی رہی۔ شاید اس کی طرف دھیان نہیں گیا۔ پھر حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا فرمادیں کہ میں پکا نمازی بن جاؤں۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں فوراً متوجہ ہوا کہ دیکھوں حضرت کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی جیسے میں دعا مانگ سکتا ہوں تم بھی مانگ سکتے ہو اور جیسے میری دعا اللہ تعالیٰ قبول کر سکتے ہیں تمہاری بھی قبول کر سکتے ہیں۔ بس اتنی بات ہے جو پکے نمازی ہیں ان کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں مجھے یہ بات بڑی معقول لگی کہ واقعی آدمی جن کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا پھر انہی کی طرح ہو جائے گا۔ اس جواب سے حضرت کی دل میں اور عظمت بیٹھ گئی۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں حضرت رائے پوری بیان وغیرہ نہیں فرماتے تھے بہت مختصر بات فرمایا کرتے تھے۔

کالج سے فراغت اور واپسی

حضرت حاجی صاحب ۱۹۳۳ء کے آخر میں کالج کی پڑھائی سے فارغ ہو کر لاہور سے واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے جب گاؤں پہنچے تو انبالہ مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے بلایا اور فرمایا کہ:

”ساتویں آٹھویں کی کلاس کے انگریزی و ریاضی کے استاد نہیں ہیں ان کا نصاب کافی رہتا ہے۔ تم اس اسکول سے پڑھے ہو اس کا تم پر حق ہے۔ ان کو پڑھا دو۔“ حاجی صاحب تیار ہو گئے اور چونکہ طلباء بورڈنگ میں رہتے تھے تو حاجی صاحب اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق طلباء کو تہجد میں اٹھاتے۔ پھر میدان میں دوڑاتے ہیں۔ غسل کراتے، تہجد پڑھتے پھر پڑھائی شروع کر دیتے اور پانچوں نمازوں کا اہتمام کراتے۔ دو ماہ میں سارا نصاب مکمل کرا دیا۔ حاجی صاحب کے ایک عزیز جن کا نام راؤ عبدالوحید تھا (پاکستان میں کلور کوٹ میں آباد ہوئے ابھی بھی ان کا خاندان وہیں ہیں) انہوں نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے چچا لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ کر پکا نمازی بنا دیتے ہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: کتنے پیسے لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا مفت..... میں نے عرض کیا مفت؟ انہوں نے کہا ہاں مفت۔ میں نے عرض کیا وہ کہاں رہتے ہیں تو راؤ عبدالوحید صاحب نے فرمایا دلی کے قریب ایک بستی ہے بستی نظام الدین وہاں ان کی مسجد ہے۔

حاجی صاحب نے مولانا الیاس صاحب کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ البتہ شیخ الحدیث صاحب کی قدر دل میں بہت تھی۔ اس کی وجہ ان کی مشہور زمانہ کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست تھی۔ حاجی صاحب نے یہ کتاب پڑھی ہوئی تھی اور مولانا الیاس صاحب تو ان کے چچا تھے۔ اس بنا پر بستی نظام الدین جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت حاجی صاحب کے ایک چچا دلی میں رہتے تھے جو پیر جماعت علی شاہ علی پور والے کے مرید تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب نے نظام الدین جانے کا ارادہ کیا تو اپنے چچا کے پاس گئے اور ان سے بستی نظام الدین کا پتہ پوچھا تو ان کے چچا نے حاجی صاحب کو سارا پتہ سمجھایا کہ یہاں سے اس بس میں بیٹھنا پھر اتر کر اس راستے پر چلنا اور کہا کہ پھر بستی نظام الدین آئے گی اور آگے ان کی مسجد ہے جن کا تم نام لے رہے ہو اپنے فکری اختلاف کی وجہ سے مولانا الیاس صاحب کا نام نہیں لیا بلکہ یہ کہا کہ ان کی مسجد آجائے گی جن کا تم نام لے رہے ہو۔

مرکز نظام الدین آمد

یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو حاجی صاحب مرکز نظام الدین تشریف لائے اور پورے چھ مہینے مولانا الیاس صاحب کی صحبت میں گزارے ان چھ مہینوں کو حاجی صاحب نے کس طرح مفید بنایا اس کا اندازہ اس بات

سے لگایا جا سکتا ہے کہ جتنا استفادہ حاجی صاحب نے مولانا الیاس صاحب سے کیا اور کم ہی کسی کو نصیب ہوا۔ حاجی صاحب کی مثال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی تھی کہ آئے تو سب سے آخر میں لیکن آپ ﷺ کی احادیث سب سے زیادہ انہی سے منقول ہیں۔ اسی طرح حاجی صاحب بھی مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں آئے تو سب سے آخر میں لیکن دعوت و تبلیغ کے اصول و ضوابط سب سے زیادہ آپ نے ہی ضبط کیے۔

حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب بچپن سے مولانا الیاس صاحب کے ساتھ رہے، امیر حجاز حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب چار برس مولانا الیاس صاحب کے ساتھ رہے، حضرت جی ثانی مولانا یوسف کاندھلوی مولانا الیاس صاحب کی وفات کے بالکل آخر میں اس کام کی طرف آئے اور بھی بہت سے حضرات نے مولانا الیاس صاحب کے ساتھ لمبا زمانہ صحبت کا پایا جب کہ حاجی صاحب کو صرف چھ ماہ رفاقت کے نصیب ہوئے لیکن اس کے باوجود حضرت جی مولانا الیاس صاحب سے اتنا استفادہ کیا کہ کسی اور کو کم ہی نصیب ہوا اس کی وجہ حاجی صاحب کا بے مثال حافظہ تھا، گویا ہر چیز کی تصویر کھینچ لیتے تھے جس کو انگریزی میں Photographic Memories کہتے ہیں۔

### پہلی ملاقات:

حاجی صاحب مولانا الیاس صاحب سے اپنی پہلی ملاقات کا حال یوں بیان فرماتے تھے کہ: میں جب مرکز نظام الدین پہنچا تو میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک چارپائی بچھی ہے جس پر مولانا الیاس صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور اس کا رخ اس طرح ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا اور مسجد سے نکلنے والا ہر شخص ان کی نظر سے گزرتا، میں مسجد میں داخل ہوا تو مولوی واصف علی صاحب سے میرا تعارف ہوا پھر وہ مجھے لے کر مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے حضرت سے ملوایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مختصر تعارف کے بعد حضرت نے فرمایا کہ:

”دعوت دو۔“ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں بالکل نیا، میں کیا دعوت دیتا۔ میں نے عرض کیا: ”کیا دعوت دوں؟“ مولوی واصف علی صاحب نے کہا جو حضرت نے فرمایا اسی کی دعوت دو۔ تو میں نے دعوت دی۔ پھر مجھے مولوی واصف علی صاحب نے دعوت دینے کا طریقہ سمجھایا۔

## دل سے جو بات نکلتی ہے

حضرت مولانا الیاس صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا اسماعیل صاحب کی ایک اچھی خاصی جائیداد چھنچھانہ میں تھی۔ مولانا اسماعیل صاحب سال میں ایک یا دو مرتبہ وہاں جاتے اور جا کر زمین وغیرہ کا حساب کر کے جتنا جس نے دیا لے کر چلے آتے۔ اب لوگوں نے دیکھا کہ مولانا زمین اور مکانوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے تو لوگوں نے ان پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اور چپکے سے مولانا کی زمینیں اور مکان اپنے نام کروانے لگے کسی نے آکر مولانا کو خبر دی کہ فلاں کرایہ دار نے آپ کا مکان اپنے نام لکھوا لیا تو فرمایا کہ: اگر لکھوا لیا تو خدا سے ہی دے دے اور اس کے بدلے جنت میں ہمیں مکان دے دے اس طرح آہستہ آہستہ اکثر مکانوں اور زمین پر لوگوں نے قبضہ کر لیا۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں: میں مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک صاحب جن کا نام ظہیر الدین تھا اور رشتے میں مولانا الیاس صاحب کے بھانجے لگتے تھے حاضر خدمت ہوئے اور آکر عرض کیا کہ: میں نے مجسٹریٹ سے بات کر لی ہے آپ صرف ایک دفعہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو جائیں۔ میں مجسٹریٹ سے کہہ دوں گا کہ یہ مولوی اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ باقی سارا کام میرا ہے میں خود آپ کی جائیداد چھڑوا لوں گا اور اس کی دیکھ بھال بھی کرتا رہوں گا اور اس کی آمدنی آپ کو آتی رہے گی اور آپ نے اس کی آمدن کو اپنی ذات پر کون سا خرچ کرنا ہے آپ تو تبلیغ پر ہی خرچ کریں گے اس پر مولانا الیاس صاحب نے فرمایا:

”میاں ظہیر میری مثال چوراہے کے سپاہی کی سی ہے چوراہے کا سپاہی اگر اپنا کام چھوڑ کر کسی اور کو راستہ بتانے چلا جائے تو ساری سواریوں کی آپس میں ٹکرا ہو جائے گی، اگر میں نے اپنی سوچ فکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کام میں لگا دیا تو دین کے سارے شعبوں میں ٹکراؤ ہو جائے گا، میں تو ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کو نہیں دوں گا تو اس پر حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل پر ایسی لگی کہ میں نے بھی فوراً اپنے دل میں یہ طے کیا کہ عبدالوہاب تو نے بھی اپنی سوچ فکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں لگانا۔“

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

(جاری ہے)

## تبصرہ کتب

تبصرہ: عبدالودود ربانی

کتاب کا نام: ناصبیت تحقیق کے بھیس میں

مؤلف کا نام: حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی

تعداد صفحات: 382

قیمت - درج نہیں

ناشر: مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ کتاب ”ناصبیت تحقیق کے بھیس میں“ کے مؤلف محقق العصر، محدث جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی نور اللہ مرقدہ علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اس خانوادے کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ دنیا نے جنہیں ایک محقق کے طور پر تسلیم کیا۔ اُن کی بہت سی کتب نے علمی حلقوں سے داد سمیٹی، جن میں ”لغات القرآن“ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ وفاق المدارس کے سربراہ اور استاذ العلماء، حضرت مولانا سلیم اللہ خان نے لکھا ہے ”اس خاندان کی عظیم الشان علمی، دینی خدمات اور قابل ریشک حدیثی اور فقہی تحقیقات روز روشن کی طرح واضح ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو دین اسلام کے ساتھ فکری و علمی اعتبار سے مضبوط تعلق اور وابستگی سے سرفراز فرمایا ہے۔“ مولانا عبدالرشید نعمانی اور آپ کے برادر صغیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم چشتی (تین ماہ قبل جن کا انتقال ہوا)

دونوں بھائیوں کا مزاج تحقیقی تھا۔ دنیا صدیوں آپ کی علمی خدمات سے استفادہ کرتی رہے گی۔

”رافضی و روافض“ تاریخ میں ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو دیگر باطل عقائد کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ (سیدنا حضرت ابو بکر صدیق، سیدنا حضرت عمر فاروق، سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کو نہ صرف خلیفہ برحق نہیں مانتے بلکہ انھیں صحابی اور مسلمان تک ماننے سے انکاری ہے اور انھیں سب و شتم کرنا اور ان پر تبرا بھیجنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں العیاذ باللہ، اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معصوم عن الخطاء اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ ”ناصبی و نواصب“ دراصل روافض کے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع اور تبرا بازی جیسے گمراہ عقائد کے رد میں وجود میں آئے اور درافضیت میں حد سے تجاوز کر گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی آل اور ان کے ساتھیوں کے خلاف زبان درازی پر اتر آئے اور حضرت علی المرتضیٰؑ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کر دیا۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ رافضیت و ناصبیت دراصل ایک سکے کے دو رخ ہیں۔

”ناصبیت تحقیق کے بھیس میں“ دراصل دو قریب کے ایک ناصبی محمود احمد عباسی کی کتاب ”خلافتِ معاویہ و یزید“ کے رد میں لکھی گئی ہے، علامہ نعمانی نے نہایت مدلل اور علمی انداز میں فتنہ ناصبیت کا محاسبہ کیا ہے۔ اس کتاب میں ناصبیوں کے جملہ گمراہ عقائد کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ ناصبیت کے تعارف اور ان کی تاریخ پر بھی مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ”خلافتِ معاویہ و یزید“ کے مندرجات تحریر کر کے اس کی ایک ایک جزی کا دلائل کے ساتھ رد اس کتاب کا خاصہ ہے۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے متعلق ناصبیوں کے عقائد گمراہی پر مبنی ہیں، آپؑ کی خلافت خلافتِ صحیحہ اور آپؑ جو تھے خلیفہ راشد ہیں۔ عباسی کی کتاب سے خصوصاً اور فتنہ ناصبیت سے عموماً متاثر حضرات کے لئے اس کتاب میں ہدایت کا سامان موجود ہے۔



## آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء و تحقیق

کمپنی ویزہ فروخت کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کسی غیر ملکی کمپنی کا ویزہ پانچ یا چھ لاکھ میں حاصل کرے اور پھر یہی ویزہ کسی دوسرے شخص کو دیدے اس شرط پر کہ یہ دوسرا شخص باہر جا کر پہلے اس ویزے کی قیمت واپس لوٹائے گا اور اس کے بعد پانچ سال تک جو بھی کمائے گا وہ ان دونوں میں آدھا آدھا ہوگا؟ اور اس آدھے میں مذکورہ شخص کی رہائش، بیماری، خوراک و دیگر ٹیکس و اخراجات شامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ باہر جانے والا اپنے آدھے حصے سے یہ تمام اخراجات ادا کرے گا۔ اس طرح کے معاہدے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

وضاحت: کمپنی کی طرف سے جب ویزہ آتا ہے تو اس پر کسی شخص کا نام نہیں لکھا ہوتا، صرف کام کی جگہ اور کام کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ بعد میں اس پر کسی شخص کے نام کا اندراج کروایا جاتا ہے، پھر وہی شخص باہر جا کر کام کرتا ہے۔ سوال میں ذکر کردہ صورت اس وقت ہے کہ جب ایک شخص بغیر نام کے ویزہ حاصل کرے اور پھر وہ آگے فروخت کر دے۔

جواب: مذکورہ معاہدے کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ویزہ خرید کر دوسرے شخص کو فروخت کر دیا۔ اب وہ دوسرا شخص پہلے اس کی قیمت تھوڑی تھوڑی کر کے واپس کرے گا اور پھر اپنی آئندہ کی کمائی میں سے بھی آدھا حصہ ویزہ فروخت کرنے والے کو دے گا۔ کمائی کا آدھا حصہ کتنا ہوگا؟ یہ مجہول ہے لہذا یہ صورت جائز نہیں۔

(فتویٰ نمبر: 261/15)

کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی رقم کو اگر بینک استعمال کرے تو اس کا گناہ کس پر ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سودی بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولا جائے تو جو پیسے اکاؤنٹ میں پڑے ہیں بینکوں والے ان پیسوں پر سودی لین دین کرتے ہیں اس کا گناہ ہمیں ہوگا کہ نہیں؟۔

جواب: کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائے گئے پیسوں کو اگر بینک سودی لین دین میں استعمال کرتا ہے تو یہ بینک کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ کھلوانے والے کو اس کا گناہ نہ ہوگا۔

(فتویٰ نمبر: 14/364)

میڈیکل ریپ کا دو ایئوں کے سیمپل اپنے استعمال میں لانا

سوال: دو اساز کمپنیاں اپنی دو ایئوں کو پروموٹ کرنے کے لیے ہر شہر میں الگ الگ نمائندے رکھتی ہیں، جنہیں میڈیکل ریپ کہتے ہیں۔ یہ کمپنیاں ہر شہر کے میڈیکل ریپ کو دو ایئوں کے نمونہ جات بھیجتی ہیں اور ساتھ میں اکثر ڈاکٹر کو دینے کے لیے گفٹ بھی بھیجتی ہیں۔ میڈیکل ریپ کو سیمپل اور گفٹ ڈاکٹر تک پہنچانے ہوتے ہیں۔ یہ تمام مال کمپنی کی ملکیت ہوتا ہے اور میڈیکل ریپ بطور امین یہ مال ڈاکٹروں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دو ایئوں کے سیمپل اور گفٹس کو میڈیکل ریپ اپنی ذات پر یا دوسرے لوگوں پر جو کہ ڈاکٹر نہیں ہوتے، خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔

جواب: جب مالک کی جانب سے ایک خاص مصرف متعین ہے تو سیمپل (اور گفٹس) کو اپنے

استعمال میں لانا کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں۔۔۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: خود ڈاکٹروں کو گفٹس (ہدایا) دینے میں یہ تفصیل ہے کہ معمولی درجے کے گفٹس

(فتویٰ نمبر: 15/102)

(ہدایا) جائز ہیں اور غیر معمولی جائز نہیں۔

## بیعانہ کو ضبط کرنا جائز نہیں

سوال: میں نے ایک جائیداد بیچی، کچھ رقم بیعانہ میں وصول ہوئی، باقی رقم چار ماہ بعد طے ہوئی، اگر پارٹی مقررہ وقت پر بقایا رقم نہ دے سکی تو بیعانہ ضبط ہو جائے گا اور سودا منسوخ ہو جائے گا۔

1- کیا بیعانہ ضبط کرنا جائز ہے؟

2- اور کیا سودا منسوخ ہونے کے بعد اسی پارٹی کو قیمت بڑھا کر وہی جائیداد بیچی جاسکتی ہے؟

جواب: 1- بیعانہ ضبط کرنا جائز نہیں۔

فقہی مضامین صفحہ 395 میں ہے:

### بیعانہ کا حکم

کوئی زمین ادھار خریدی اور خریدار نے بیعانہ یا ٹوکن کے طور پر قیمت کا کچھ حصہ سودے کے وقت ادا کیا تو جائز ہے، لیکن یہ شرط کرنا کہ اگر خریدار نے باقی قیمت کی بروقت ادائیگی نہ کی یا وہ ادائیگی کرنے سے انکار کر دے تو بائع اس کا بیعانہ ضبط کر لے گا اور اگر بائع فروخت پر قائم رہنے سے انکار کر دے تو وہ دیے ہوئے بیعانہ کا دگنا واپس کرے گا، تو یہ جائز نہیں۔ بیعانہ کی ضبطی کے ناجائز ہونے کی دلیل: موطا امام مالک میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ ﷺ نہی عن بیع العربان

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عربان (یا عربوں) کی فروخت سے منع فرمایا (جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی سودا مثلاً ایک ہزار روپے میں خریدے اور بکر کو ایک سو روپے دے کر کہے کہ یہ رکھ لو۔ اگر میں نے سودا نہ لیا بلکہ واپس کیا تو یہ سو روپے تمہارے ہیں تم اس کو ضبط کر سکتے ہو۔

2. سودا منسوخ ہونے کے بعد اسی پارٹی کو قیمت بڑھا کر جائیداد بیچی جاسکتی ہے۔۔۔

(فتویٰ نمبر: 15/131)



## اخبار الجامعہ

✽۔ الحمد للہ گزشتہ دنوں جامعہ کی تمام شاخوں کے ناظمین کا اجتماع ہوا جس میں پورے سال کی کارکردگی اور آئندہ سال کے اہداف پر تفصیلی گفتگو ہوئی، جامعہ میں جاری تمام شعبوں کی کارکردگی کو مزید بہتر کرنے کے لئے کچھ نئے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا۔

✽۔ الحمد للہ جامعہ اپنے طلباء سے رابطہ میں رہتا ہے اور ہر سال اپنے مادر علمی (جامعہ دارالتقویٰ) سے فارغ ہونے والے فضلاء کو ایک مرتبہ مادر علمی میں بلایا جاتا ہے، ان سے کارکردگی لی جاتی ہے، بزرگوں کا بیان ہوتا ہے، ان کی فکری رہنمائی کی جاتی ہے، اس سال بھی 7 فروری 2021 بروز اتوار کو قدامت جوڑ کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

✽۔ اسی طرح الحمد للہ جامعہ اپنی طالبات سے بھی رابطہ میں رہتا ہے اور ہر سال فاضلات کو اپنی مادر علمی میں مدعو کر کے اپنی معاملات سے ملاقات اور اساتذہ سے بہتر رہنمائی لینے کا موقع فراہم کرتا ہے سوا مسال مدرسہ فاطمہ الزہراء کی عالمات فاضلات کا چوتھا سالانہ جوڑ مورخہ 30 مارچ بروز بدھ کو ہونا قرار پایا ہے۔

✽۔ فن تحریر و تقریر میں طلباء کی بہتر رہنمائی کے لئے ہر ماہ ایک مرتبہ بزم کا اہتمام کیا جاتا تھا جسے اس کی افادیت اور ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اب ہر ماہ میں دو مرتبہ کر دیا گیا ہے۔

✽۔ الحمد للہ ہر سال کی طرح امسال بھی ختم بخاری شریف کی پر نور محفل کے انعقاد کا اعلان کر دیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ 14 فروری بروز اتوار کو انعقاد پذیر ہوگی۔

✽۔ جامعہ میں خماسی و سالانہ امتحان کا ایک مضبوط نظم موجود ہے اور جامعہ کے اساتذہ اس میں بڑی جانفشانی سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں اس نظم کا پہلا اجلاس گذشتہ ہفتہ کو ہوا جس میں اس کے تمام انتظامی امور کا بغور جائزہ لیا گیا۔

✽۔ رمضان المبارک، اعتکاف اور زکوٰۃ کے مسائل اور احکامات کو عوام و خواص تک پہنچانے کے لئے جامعہ ہر سال لاہور شہر میں مختلف جگہوں پر ملٹی میڈیا سیمینارز کرواتا ہے جس کا عوام الناس کو بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے سوا اس مرتبہ بھی سیمینارز کی ابتدائی تیاریاں شروع کی جا چکی ہیں۔

## چالیس روزہ دینی و اخلاقی تربیتی کورس

چھپ کر  
آچکی ہے

فقہی مسائل

عقائد

آداب معاشرت

اخلاقیات

برائے رابطہ: 0304-4167581



ہمارا مشن عام کی روشنی کو برگھرتک پہنچانا

## جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

قیمت	کتب
120	دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار
10	دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار (پاکٹ سائز)
40	مسنون حج و عمرہ
40	مسنون عمرہ
20	صبح و شام کے مسنون اذکار
30	چہل حدیث
_____	رہنمائے رمضان
_____	اعکاف (فضائل و مسائل)
_____	قربانی (فضائل و مسائل)
20	موبائل فون کے بارے میں چند مسائل
20	رکوع سجدہ سے معذور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ
500	اشاعت خاص حاجی عبد الوہاب صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
_____	اشاعت خاص حضرت مولانا جمشید صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
600	اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
_____	تعلیم و تربیت

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ لاہور 0304-4167581

2021ء  
1442ھ

جَامِعَةُ اِرْتَقَى

اجتماع  
سالانہ  
تربیتی

فضلاء کرام

کیلئے

7  
فروری

بروز اتوار

ظہر تا عشاء



ہم عصر ساتھیوں سے مفید ملاقات

عصر حاضر کے درپیش مسائل میں راہ عمل کی جانب اہم پیش رفت  
مادر علمی سے تجدید تعلق، اساتذہ کرام کی زیارت اور ان سے استفادہ

اپنی دینی صلاحیتوں اور استعداد کو بہت تازہ بخشنے کیلئے

گزارش ہے کہ تمام فضلاء کرام اپنی قیمتی مصروفیات سے وقت نکال کر ضرور شرکت فرمائیں

سات فروری کو ظہر (1:45) سے پہلے جامعہ پہنچنے کا اہتمام فرمائیں

ظہر کے فوراً بعد پروگرام شروع ہو جائے گا انشاء اللہ

دور سے آنے والے ساتھی پہلے اطلاع فرمادیں تاکہ ان کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاسکے

برائے رابطہ: منتظم قدامت اجتماع 0321-4159682 فضلاء دارالتقویٰ گروپ جو آن کرین

تمام فضلاء کو فرداً فرداً دعوت نامے ارسال کئے جا رہے ہیں مزید اس اشتہار کو بھی دعوت نامہ ہی سمجھیں

بمقام جامع مسجد الہلال، چوہدری پارک، لاہور

+92-3-222-333-224 www.darulitaqwa.org

Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

دارالتقویٰ  
لاہور

جامعہ دارالتقویٰ لاہور میں

تقریب ختم (صرف شعبہ بنین)

بخاری شریف

تباہی: 14 ضروری بروز اتوار معرب تارات نوبی

ہفت روزہ نوری

فضیلۃ الشیخ

قاری محمد حنیف

دانشگاہ  
جالندھری

حب

عبدال  
حسین

الذوالوفاق المدارس العربیہ پاکستان

اکابر علماء گرام

تشریف  
لا رہے ہیں

صرف مرد حضرات تشریف لائیں اور اس بابرکت مجلس سے مستفید ہوں

مسجد اہلال، نیو چوہدری پارک لاہور

بیتنا